بسم اللہ الرحمن الرحیم

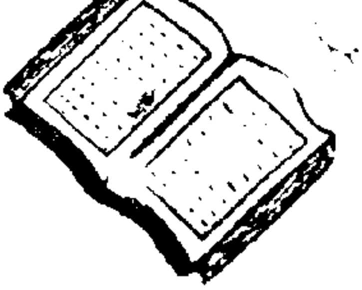

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

فون ٦٩٢

# الفرقان

نمبر

## "مذاہب عالم پر نظر"

اکتوبر ١٩٧٦ء

سالانہ اشتراک

تفصیلی نئی شرح اندر ملاحظہ فرمائیں

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

# ”مکہ معظمہ کسی ایک شخص کی ملکیت نہیں“

(شاہ فیصل کے دادا کا قول)

# (احمدیوں کو) ”حج سے روکنے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے“

(شاہ فیصل کے والد کا اعلان)

۱۔ روزنامہ امروز لاہور ۲۴ ستمبر ۱۹۵۲ء میں شائع شدہ ایک ضروری اقتباس جسے امروز کے تازہ پرچہ ۲۴ ستمبر ۱۹۷۶ء میں بھی دہرایا گیا ہے حسب ذیل ہے کہ :-

”آج کل چینی مسلمانوں کا ایک وفد لاہور کی سیر کر رہا ہے۔ یہ وفد حج کرنے کے لئے سعودی عرب جانا چاہتا تھا مگر سعودی عرب کی حکومت نے انہیں حج کی اجازت نہیں دی۔ لطف یہ ہے کہ ایک زمانے میں خود اہل نجد پر حج کے دروازے بند تھے اور شریف مکہ نے پورے نو برس تک انہیں اجازت نہیں دی تھی اس پر نجد کے دارالحکومت ریاض میں علماء کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا تھا۔ جسمیں سلطان ابن سعود کے والد نے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا ”مکہ معظمہ کسی ایک شخص کی ملکیت نہیں اور کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو ادائے فرض سے روکے“

(امروز لاہور ۲۴ ستمبر ۱۹۷۶ء)

۲۔ مدیر صدق جدید لکھنؤ مولانا عبدالماجد صاحب لکھتے ہیں :-

”اس قسم کا واقعہ شاہ فیصل کے والد محترم سلطان ابن سعود کے زمانے میں بھی پیش آیا تھا۔ حجرہ نشین مولویوں نے مرحوم سے کہا کہ چونکہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں اسلئے انہیں حجاز مقدس سے نکال دیا جائے۔ مرحوم نے مولوی صاحبان سے پوچھا کہ قادیانی حج کو اسلام کا رکن اور اس کو فرض سمجھتے ہیں یا نہیں؟ جواب میں انہیں یہ کہتے ہی بنی کہ یہ لوگ حج کو فرض سمجھتے ہیں اس پر مرحوم نے فرمایا کہ جو شخص حج کی فرضیت کا قائل ہے اور اسے اسلام کا ایک اہم رکن سمجھتا ہے اسے حج سے روکنے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے“

(اخبار صدق جدید لکھنؤ ۶ اگست ۱۹۶۵ء)

**الفرقان** - کیا ان واضح بیانات کی روشنی میں موجودہ سعودی حکمران اور پاکستانی وزراء احمدیوں کو حج بیت اللہ سے روکنے کی اپنی پالیسی پر نظر ثانی فرمائیں گے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# ماہنامہ الفرقان ربوہ

فون نمبر ۶۹۲

شوال ۱۳۹۲ ہجری قمری

اخاء ۱۳۵۱ ہجری شمسی

اکتوبر ۱۹۷۲ء

مدیر مسئول

ابوالعطاء جالندھری

اعزازی ارکان مجلس تحریر

صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ربوہ

خان بشیر احمد خان صاحب رفیق لندن

مولوی عطاء المجیب صاحب راشد جاپان

مولانا دوست محمد صاحب شاہد ربوہ

بکم جنوری ۷۲ سے سالانہ بدل اشتراک

پاکستان ——— پندرہ روپے

دیگر ممالک کیلئے دیکھیں صفحہ ۴۶


## الفہرست


| | | |
|---|---|---|
| حضرت قائد اعظم مرحوم سے ملاقات | ایڈیٹر | صفحہ ۲ |
| شذرات | " | " ۴ |
| عہد نبوی میں تعلیم القرآن کا مرکزی نظام | جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد | " ۹ |
| خلق عظیم مظہر شان محمد است (فارسی نظم) | جناب سلیم شاہجہانپوری | " ۱۵ |
| ہم ہیں قرآن کے شیدائی محمدؐ کے غلام (اردو نظم) | " مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری | " ۱۶ |
| حوادث زمانہ یا عذاب الٰہی | جناب صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب | " ۱۷ |
| گورو تیغ بہادر جی کا تین صد سالہ گورپورب | " گیانی عباد اللہ صاحب | " ۳۳ |
| دعوت فکر و عمل (اردو نظم) | جناب چوہدری شبیر احمد صاحب | " ۴۰ |
| قبول احمدیت کا مختصر بیان | " رشید احمد صاحب شاکر | " ۴۳ |
| شان القرآن الکریم (عربی نظم) | جناب استاذ محمد عثمان الصدیقی صاحب ایم اے | " ۴۴ |
| الحمد للہ کہ رسالہ الفرقان کے پچیس ۲۵ سال پورے ہو گئے | ایڈیٹر | " ۴۵ |
| ماہنامہ الفرقان کا آئندہ پنجسالہ خاص دور | " | " ۴۶ |



## جناب مولوی محمد یوسف بنوری کا اسرالمکی الزام

### حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا مسکت جواب

یہ قیمتی رسالہ عمدہ سفید کاغذ پر طبع ہو چکا ہے تھوڑی تعداد میں باقی ہے۔ جلد تر خرید کر خود بھی پڑھیں اور اپنے دوستوں کو بھی مطالعہ کرائیں۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ ؛ ملنے کا پتہ :- مکتبہ الفرقان ربوہ

اداریہ

# حضرت قائدِ اعظم مرحوم سے ملاقات

ابوالعطاء جالندھری

قائداعظم جناب محمد علی جناح دورِ حاضر کی ایک عظیم سیاسی شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حزم و احتیاط، عزم و بلند ہمتی، اور فطانت و فراست کی خاص صفات سے نوازا تھا۔ دنیا میں عام غلام قوموں کی آزادی بھی بڑا کارنامہ ہوتا ہے مگر جس قسم کی انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی کی زنجیروں میں ہندوستانی مسلمان جکڑے ہوئے تھے ان زنجیروں کو محض سیاسی حکمتِ عملی سے، بلا جنگ و قتال کاٹ کر رکھ دینا اور مسلم قوم کے لئے ایک وسیع و عریض آزاد ملک حاصل کر لینا ایسا عظیم کارنامہ ہے جو خاص مشیتِ ایزدی کا ایک کرشمہ نظر آتا ہے۔

میں آج قائداعظم مرحوم سے اپنی اس تاریخی ملاقات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو ۲۴ر ستمبر ۱۹۴۵ء کو کوئٹہ میں ہوئی تھی۔ میں بمبئی اور بعض دیگر مقامات پر ان کی اردو تقاریر بھی سن چکا تھا۔ ستمبر ۴۵ء کے آخری عشرہ میں جماعت احمدیہ کوئٹہ کا جلسہ تھا اور میں وہاں گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ جناب قائداعظم بیماری کے بعد آرام کے لئے کوئٹہ میں مقیم ہیں۔ دل میں زبردست خواہش پیدا ہوئی کہ ان سے ملاقات کر کے ان کی بیمار پرسی کی جائے اور ان کے لئے دعا کی جائے۔ چنانچہ ۲۴ر ستمبر کو دس بجے صبح خاکسار، جناب امیر صاحب جماعت احمدیہ کوئٹہ، مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ، جناب حافظ قدرت اللہ صاحب، مکرم مرزا محمد صادق صاحب اور عزیزم عطاء الرحمٰن صاحب طاہر کی معیت میں حضرت قائداعظم کی فرودگاہ پر حاضر ہوا۔

ان کے پرائیویٹ سیکرٹری جناب خورشید صاحب سے عرض کیا کہ ہم جناب قائداعظم سے ملنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ملاقات کا خاص مقصد پوچھا۔ میں نے بتایا کہ میں جماعت احمدیہ کا مبلغ ہوں یہاں پر جماعت کا جلسہ تھا میں قادیان سے اس جلسہ میں شمولیت کے لئے آیا تھا۔ دل میں شوق ہے کہ قائداعظم سے ملاقات ہو جائے۔ یہ احباب بھی ساتھ ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ان کی طبیعت کمزور ہے آپ کو ملاقات جلد ختم کرنی ہوگی۔ میں قائداعظم کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ قائداعظم کی رہائش گاہ کے ملاقات کے کمرہ میں ابھی چند منٹ ہی گذرے تھے کہ ایک نحیف، طویل القامت اور عمر رسیدہ بزرگ سیڑھیوں سے اترے۔ السلام علیکم کہنے اور مصافحہ کرنے کے بعد ہم سب کے ساتھ تشریف فرما ہو گئے۔ اس وقت ان کے چہرہ کی زردی چمک آنکھوں میں تعارف اور خیر و عافیت پوچھنے کے بعد قریباً بیس منٹ تک آل انڈیا مسلم لیگ کی جد و جہد اور آئندہ کے ملک بھر کے الیکشن میں کانگرس سے مقابلہ پر خیالات

قائداعظم ارشادات فرماتے رہے۔ انتخابات کے ذکر پر قائداعظم مرحوم نے فرمایا کہ مجھے صرف پنجاب کا فکر ہے۔ آپ نے اس وقت کے گورنر پنجاب اور دو اور شخصیتوں کے نام لے کر کہا کہ ہمارے راستے میں یہ بڑے روڑے ہیں۔ خاکسار نے عرض کیا کہ جماعت احمدیہ گو ایک خالص مذہبی جماعت ہے مگر اس معرکہ میں پوری طرح مسلم لیگ کے ساتھ ہے اور حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے جماعت کو حکم دیا ہے کہ سب لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں اور اسے کامیاب کرائیں۔ اس مرحلہ پر قائداعظم مرحوم کا چہرہ تمتما اٹھا اور آپ نے فرمایا کہ مجھے اس پہلو سے تسلی ہے۔ اب پنجاب کے نوجوانوں کا فرض ہے کہ دشمنان مسلم لیگ کو پوری طرح شکست دیں۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے قائداعظم مرحوم کی تمنا کو پورا کیا۔ انتخابات میں اندرونی و بیرونی مخالفتوں کے باوجود مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور بالآخر خداداد اسلامی مملکت پاکستان قائم ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر خاص منصۂ شہود پر آگئی ——— خاکسار نے نہایت اختصار سے اس تاریخی ملاقات کا بیان روزنامہ الفضل قادیان میں شائع کر دیا تھا۔ جس کا ایک حصہ یہ ہے :-

"ان کے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے انھیں اطلاع کی اور چند منٹ کے بعد صاحب موصوف ملاقات کے کمرے میں تشریف لے آئے اور قریباً پندرہ منٹ تک مسکراہٹ اور خندہ پیشانی سے بے تکلفانہ گفتگو فرماتے رہے۔ آج کل انہیں الیکشن کے متعلق بہت زیادہ مصروفیت ہے۔ گفتگو کا زیادہ حصہ نئے انتخابات اور مسلم لیگ کی مساعی کے متعلق تھا۔ آپ نے اس بات کا نہایت خوشی سے اظہار فرمایا کہ اب عام مسلمان بھی مسلم لیگ کے نقطۂ نگاہ سے بخوبی واقف ہو رہے ہیں اور ان میں قربانی و ایثار پیدا ہو رہا ہے۔ انتخابات کی اہمیت کے متعلق انھوں نے فرمایا کہ بیرونی ممالک اور دوسری سلطنتوں میں مسلم لیگ کی طاقت اور مسلمانوں کے مطالبہ میں قوت کا اندازہ موجودہ انتخابات کے نتیجہ سے ہی لگایا جانے والا ہے۔ اس لئے مسلمانان ہند کا فرض ہے کہ اس موقعہ پر کسی قسم کی غفلت یا سستی نہ کریں اور صحیح نمائندے اسمبلیوں میں بھیجیں۔ جماعت احمدیہ کے تبلیغی جماعت ہونے کا تذکرہ بھی آیا اور پنجاب میں مسلم لیگ کے راستہ میں جو بعض مشکلات پیدا کی جارہی ہیں۔ ان کی طرف بھی جناب موصوف نے اشارہ فرمایا۔ آپ مسلم لیگ کی کامیابی کے بارے میں مطمئن ہیں اور اس کا ذکر تسلی بخش لہجہ میں کرتے ہیں۔ آپ کی صحت کوئٹہ کی آب و ہوا میں پہلے کی نسبت بہتر ہو رہی ہے۔"

(روزنامہ الفضل قادیان۔ ۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۶)

ہماری دلی اور عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت قائداعظم مرحوم کی تمناؤں کے مطابق پاکستان کو ترقی و استحکام بخشتا رہے۔ پاکستان پائندہ باد۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔

# شذرات

## ۱۔ مسلمانوں کے اعمال اسلام کی بدنامی کا باعث ہیں:

مولوی عبید اللہ صاحب انور رئیس الاحرار رسالہ خدام الدین نے خطبہ جمعہ میں کہا کہ:۔

"آج لوگ اسلام کا نام بھی لیتے ہیں
داڑھیاں بھی منڈواتے ہیں۔ بد اخلاقیاں
بھی کرتے ہیں۔ اچھا تیتر آدھا بٹیر والی
صورت بن گئی...... آج نہ نماز ہے نہ
روزہ نہ صحیح تجارت نہ صحیح زراعت
بلکہ ہمارے اعمال اسلام کی بدنامی کا
باعث ہو رہے ہیں خدا بچائے......
اب بدقسمتی یہ ہے کہ اب جو حجاز جانا
ہوا تو ہمارے علاقہ کے لوگ ان کی لمبی
داڑھیاں ہیں تو بعض عرب اپنی کم علمی
سے انہیں یہود کا عمل قرار دیتے ہیں۔
گویا وہ بدقسمتی سے الٹ سمجھ بیٹھے
ہیں حالانکہ حضور علیہ السلام نے لمبی
داڑھی کو یہود کی مخالفت قرار دیا۔"

(رسالہ خدام الدین لاہور۔ ۲۳ جنوری ۱۹۷۶ء)

**الفرقان:** کیا یہی وہ وقت نہیں جس میں آسمانی مصلح کا مبعوث ہونا ضروری تھا؟

## ۲۔ مسلمانانِ عالم کی اکثریت کا حال:

شیعہ رسالہ معارف اسلام کے ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں :۔

"حالات سب کے سامنے ہیں صرف
مسلمانانِ پاکستان کی اکثریت بلکہ کفار
تو درکنار خود مسلمانانِ عالم کی اکثریت
فسق و فجور میں مبتلا ہے۔ خود غرضی
تو ایک مرض عام ہے۔ حرام و حلال
اور جائز و ناجائز کی تمیز اٹھ چکی ہے
یہاں کے عوام کی نمایاں اکثریت حصولِ
دولت کے لئے ضابطوں کو نظر انداز
کئے ہوئے سرگرداں ہے۔"

(معارف اسلام لاہور۔ اگست ۱۹۷۶ء ص۲)

**الفرقان:** جب مسلمانوں کی اکثریت کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کے قانون "وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِينَ ۝ (الصّٰفّٰت ع۲) کہ ان سے پہلے لوگوں کی اکثریت گمراہ ہو گئی اور ہم نے ان میں اپنی طرف سے منذر مبعوث فرمائے"

کے مطابق اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے فرستادہ منذرین کا مبعوث کیا جانا لوگوں کے لئے جائے تعجب و انکار کیوں ہے؟

## ۳۔ خدا، رسول، کتاب خدا پر اتفاق کافی ہے

سید جمیل حسین صاحب رضوی ریٹائرڈ جج ہائی کورٹ لکھتے ہیں کہ:-

"ہمارے لئے یہ کافی ہے کہ ہم مسلمان بھائی ہیں۔ اس سے آگے میرا اور میرے خدا کے درمیان ایک ذاتی مسئلہ ہے کسی دوسرے کو اس سے واسطہ ہی نہ ہونا چاہیئے۔ ہم سب خداوند کریم کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں ایک راستے سے آپ دوسرے سے۔ مجھے اس سے کیا غرض کہ آپ کا پسندیدہ راستہ اچھا ہے یا بُرا۔ یہ تو اپنی اپنی مرضی ہے۔ نہ آپ کو اس سے غرض ہونا چاہیئے کہ میرا راستہ کیا ہے۔ پس ہمارے لئے خدا، رسول، کتاب خدا پر اتفاق کافی ہے باقی باتیں فروعی ہیں۔"

(اخبار جہاں کراچی جلد ۹ شمارہ ۱۸)

**الفرقان:** مسلمان کہلانے والوں میں اتحاد کی یہی صورت ہے مگر مقامِ افسوس ہے کہ احمدیوں کی مخالفت میں لوگ سنہری اصولوں کو چھوڑ کر ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

## ۴۔ تین سالوں میں عرب ملکوں کی طاقت زائل ہو گئی

جناب زیڈ اے سلہری لکھتے ہیں کہ:-

"غضب خدا کا کہ ابھی تین سال پہلے تیل کے آلہ کار نے مغرب تو کیا کل دنیا کو ناکوں چنے چبا دیئے تھے۔ اور عرب ملکوں میں یہ صلاحیت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ اپنے موقف کو ہر ملکی طاقت سے منوا سکیں لیکن دیکھتے ہی دیکھتے وہ طاقت زائل ہو گئی"

(نوائے وقت لاہور۔ ۹ ستمبر ۷۶ء)

**الفرقان:** کیا تین سال کے اندر اسی صورت حال کے پیدا ہونے میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھی ہے یا نہیں؟ اگر یہ "غضب خدا" ہے تو یقیناً بلا سبب نہیں ہو سکتا۔ خدا ترسی سے غور کرنا چاہیئے۔

## ۵۔ مسجد قبا کا نام عقیدت کا اظہار ہے

صدر راولپنڈی میں مسجد قبا کے افتتاح کی روداد میں روزنامہ نوائے وقت لکھتا ہے کہ:-

"آج اس مسجد میں نماز جمعہ پیر صاحب دیول شریف نے پڑھائی۔ سعودی سفیر نے اپنی تقریر میں پاکستان کو اسلام کا قلعہ قرار دیا اور کہا کہ پاکستان اور

سعودی عرب کے تعلقات حقیقی بھائیوں جیسے ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ مسجد کو مسجد قبا کا نام دینا کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں کیونکہ مدینہ منورہ میں جو مسجد قبا ہے اسے رسول اکرمؐ نے یہ نام اس لئے دیا تھا کہ مسجد جس جگہ تعمیر ہوئی تھی اس قصبہ کا نام قبا تھا۔"

(نوائے وقت راولپنڈی ۲۱ اگست ۷۹ء)

روزنامہ جنگ راولپنڈی راوی ہے کہ سعودی عرب کے سفیر جناب ریاض الخطیب نے فرمایا کہ:-

"مسجد کے نام کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے۔ مسجد قبا کا نام محض عقیدت کا اظہار ہے ........ مدینہ منورہ میں قبا ایک گاؤں تھا۔ جہاں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسجد تعمیر کی اور وہ گاؤں کی نسبت سے مسجد قبا قرار پائی۔"

(جنگ۔ راولپنڈی ۲۱ اگست ۱۹۷۹ء)

__الفرقان:__ اگر ربوہ میں جامع مسجد کا نام مسجد اقصیٰ عقیدت کے اظہار کے طور پر رکھا جائے تو اس میں وجہ اعتراض کیا ہے؟

## ۶۔ احمدیوں نے اسے جرمن ترجمہ قرآن مجید دیا

روزنامہ مشرق لاہور کی اشاعت ۸ اکتوبر ۷۹ء میں ایک جرمن نومسلم ہرمو ہنر کے بارے میں ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے اس میں لکھا ہے کہ:-

"انہی دنوں (۱۹۶۲ء میں) اسے قرآن مجید کا جرمن زبان میں ترجمہ مل گیا۔ جس کا اس نے بڑے ذوق و شوق سے مطالعہ کیا۔ یہ ترجمہ فرینکفورٹ (جرمنی) میں سرگرم عمل قادیانی مشن نے فراہم کیا تھا۔ قرآن پاک کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسیحیت کے موضوع پر رشتہ داروں سے جو عیسائی ہیں بحث و مباحثہ ہونے لگا۔ اس دوران وہ فوج میں ملازم ہو گیا وہاں بھی یہی موضوع اس کی دلچسپیوں کا مرکز تھا۔ اب اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اسلام قبول کر لے گا۔"

(مشرق لاہور ۸ اکتوبر ۷۹ء)

__الفرقان:__ احمدیہ مشن یورپ میں جس خلوص و جانفشانی سے تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن مجید کر رہے ہیں یہ اس کی ایک مثال ہے۔

## ۷۔ جرمن نومسلم میاں بیوی رائے ونڈ میں!

رپورٹ میں مزید لکھا ہے کہ یہ نومسلم اپنی اہلیہ کے ساتھ زاہدان کے راستہ ربوہ کے لئے سفر کر رہا تھا۔ تبلیغی جماعت کے کٹر انگریز ممبر تھا اسے رائے ونڈ جانے پر آمادہ کر لیا۔ وہ میاں بیوی وہاں چلے گئے۔ لکھا ہے کہ:-

"ان کا جی چاہتا تھا کہ وہ کئی دن وہاں

رہیں لیکن ایک خاتون کے ہمراہ ہونے
کی وجہ سے تبلیغی مرکز میں انھیں صرف
چند گھنٹے قیام کا موقع مل سکا۔ مرکز
کے منتظمین نے ڈیڑھ دو گھنٹے میں
انھیں اسلامی تعلیمات کی روح سے
آگاہ کیا۔"

(مشرق لاہور۔ ۸ر اکتوبر ۱۹۷۶ء)

**الفرقان**: تبلیغی مرکز میں زیادہ قیام نہ ہو سکنے کی وجہ قابل غور ہے نیز گھنٹہ دو گھنٹہ میں اسلامی تعلیمات کی روح سے آگاہ کر دینا بھی سوچنے والی بات ہے۔

## ۸۔ پاکستانیوں نے اسے کونسی دو چیزیں دیں؟

اس نومسلم جوڑے کی پاکستان سے واپسی کے متعلق رپورٹ میں درج ہے کہ:۔

"ہینز اپنے ساتھ پاکستان سے دو
چیزیں لے کر جا رہا ہے ایک تو عظیم
اسلامی ملک کی پارلیمنٹ کی اس قرارداد
کی نقول جو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت
قرار دینے کے سلسلہ میں منظور کی گئی تھی
اور دوسرے اس قرارداد پر وزیر اعظم
بھٹو کی تقریر جس میں قادیانی مسئلہ
کے پس منظر پر روشنی ڈالی گئی تھی۔"

(مشرق لاہور۔ ۸ر اکتوبر ۱۹۷۶ء)

**الفرقان**: جماعت احمدیہ نے ہر مسٹر کو ترجمہ قرآن مجید دیا اور اسلامی حقائق سے آگاہ کیا اور پاکستان کے بڑوں نے اسے پارلیمنٹ کی قرارداد اور وزیر اعظم کی تقریر دی۔
سچ ہے۔ ع
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست
کیا خدا ترس دل اس صورت حال پر غور کریں گے؟

## ۹۔ رمضان المبارک کا جبری احترام کرانے کی تجویز؟

روزنامہ نوائے وقت میں سلیم اللہ خان سیالکوٹ لکھتے ہیں:۔

"اب لوگ اس مہینہ میں بدکاریاں
کرتے اور سر بازار کھاتے پیتے ہیں۔
..... وہ احترام رمضان شریف کا
جو آج سے چار پانچ سال قبل ہوا
کرتا تھا وہ بھی نہیں رہا۔ خدا معافی
دے۔ آئندہ چند سالوں تک پتہ نہیں
ہوگا بھی یا نہیں۔ میں اعلیٰ حکام سے
اپیل کرتا ہوں کہ وہ عوام سے زبردستی
ماہ رمضان کا ادب کرائیں۔"

(نوائے وقت لاہور۔ ۲۱ر ستمبر ۱۹۷۶ء صفحہ ۶)

**الفرقان**: زبردستی احترام کرانے سے مفید نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ مذہب کی حقیقت عوام کو بتائی جائے۔ عبادات کے شیریں ثمرات سے آگاہ کیا جائے۔ تب حقیقی اور دلی احترام پیدا ہوگا۔ کیا ملک میں ہر قریہ و ہر قصبہ میں عوام پر مسلط لاکھوں مولوی صاحبان اتنا کام بھی نہیں کر سکتے کہ حکام سے زبردستی کی اپیل کی ضرورت پڑ گئی ہے؟

## ۱۰۔ امام مہدی پر علماء کے فتویٰ ہائے تکفیر و تضلیل

شیعہ رسالہ البشیر لاہور رقمطراز ہے کہ:۔

"مذہب شیعہ اثنا عشریہ میں ایک بات، ایک تصور اور ایک شوشہ بھی غلط و باطل نہیں ہے۔ امت میں سب سے پہلے علماء اور امراء کے لئے گمراہی کی پیشگوئیاں مذہبی معصوم ریکارڈ میں موجود ہیں۔ تین سو یا (دوسری روایت) تین ہزار علماء کا حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کی تلوار سے قتل ہونا مسلّمات میں سے ہے جو حضور پر بناوٹی دین پیش کرنے اور گمراہی پھیلانے کا فتویٰ دیں گے"

(ماہنامہ البشیر لاہور صفحہ ۲ ماہ اپریل مئی ۱۹۷۶ء)

**الفرقان:** حضرت امام مہدیؑ یا حضرت حجۃ اللہ پر صدیٔ علماء وقت کا یہ الزام کہ وہ بناوٹی دین پیش کر رہے ہیں اور گمراہی پھیلا رہے ہیں شیعہ و سنی سب کے مسلّمات میں سے ہے۔ مگر حیرت ہے کہ پھر بھی لوگ یہی کہہ رہے ہیں کہ چونکہ علماء حضرت مرزا صاحب پر فتویٰ لگا رہے ہیں اس لئے وہ سچے نہیں حالانکہ یہ فتویٰ تو روایات کی رو سے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر ایک اور دلیل ہے۔

## ۱۱۔ آج ایک نظام رائج کرنے کی کوشش بیکار ہے

شیعہ رسالہ معارف اسلام لاہور لکھتا ہے کہ:

"جب تک منجانب اللہ امام کا ظہور نہیں ہو جاتا تب تک دنیا اسی طرح گرتی پڑتی رہے گی کیونکہ ایک دنیا کا ایک نظام رائج کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اگر ایسا کیا بھی گیا تو وہ غیر مفید ہوگا کیونکہ وہ مصنوعی یعنی انسان ساختہ ہوگا۔ خدا ساختہ نہیں لہٰذا دین کا اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔"

(معارف اسلام لاہور جون ۱۹۷۶ء)

**الفرقان:** کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اسلامی نظام کے رائج کرنے کی کوششیں ترک کر دی جائیں؟ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا آج تک کوئی ایسا امام آیا ہے جس نے ساری دنیا میں آناً فاناً ایک "نظام" رائج کر دیا ہو؟ کیا شیعہ حضرات اپنے امام کا مقام حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر سمجھتے ہیں؟

## ۱۲۔ "یہ حکومتیں مسلمانوں کی ہیں۔ اسلامی نہیں"

مدیر معارف اسلام لاہور لکھتے ہیں کہ:۔

"آج ۱۷ ستمبر ۱۹۷۶ء کے اخبارات میں خبر ہے کہ مصر نے لیبیا کی سرحد پر فوجیں جمع کی ہیں۔ اس سے پیشتر ایران و عراق کے اختلافات، سعودی عرب و یمن اور پاکستان و افغانستان وغیرہ وغیرہ کے اختلافات سب پر ظاہر ہیں۔ آخر جب یہ سب اہل اسلام کی حکومتیں ہیں۔ پھر جب یہ سب ... ہے کہ یہ حکومتیں مسلمانوں کی ہیں اسلامی نہیں۔" (معارف اسلام ستمبر ۷۶ء صفحہ ۵)

**الفرقان:** ہم یہ اقتباس بلا تبصرہ شائع کر رہے ہیں۔

# عہدِ نبوی میں تعلیم القرآن کا مرکزی نظام

محترم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد

## آنحضرت صلعم معلّم قرآن کی حیثیت سے

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم (فداہُ ابی وامّی) ناطقِ قرآن بھی تھے اور معلّمِ قرآن بھی۔ آپ کی حیرت انگیز قوّتِ قدسی کا یہ عدیم النّظیر معجزہ ہے کہ آپ نے اپنے مبارک اسوہ حسنہ اور توجہ روحانی اور اقتداری وآفاقی معجزات سے ایک لاکھ چوبیس ہزار عشّاقِ کتاب اللہ اپنی زندگی میں پیدا کر دیئے اور ایسا انقلابِ عظیم برپا کیا کہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ جزیرۂ عرب جو سوائے بت پرستی کے اور کچھ نہیں جانتا تھا ایک سمندر کی طرح خدا کی توحید سے بھر گیا اور صحابہ نے اس زمانہ کی معلوم دنیا کے کناروں تک قرآن مجید کے پرچم گاڑ دیئے جیسا کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"وَعَلَتْ ہِمَمُہم للخدمات الدینیة فشرّقوا وغرّبوا للدعوة الاسلامیّه وَأیمنوا وَأشأموا لإشاعة الملّة المحمّدیّة ...... وما ترکوا جہدہم للاسلام حتّٰی بلغوا دین اللہ الٰی فارس والصین والروم والشام ...... وبدروا ضاربین فی الارض الٰی منتہی العمارات۔"

(نجم الہدیٰ - صفحہ ۹)

یعنی صحابہؓ کی ہمتیں دینی خدمات کے لئے بلند ہوگئیں اور وہ دعوتِ اسلام کے لئے مشرقی اور مغربی ممالک تک پہنچے اور انہوں نے ملّتِ محمدیہؐ کی اشاعت کے لئے جنوبی اور شمالی ممالک کا سفر اختیار کیا۔ انہوں نے اسلام کے پھیلانے میں اپنی پوری جدوجہد کی اور کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا یہاں تک کہ انہوں نے خدا کے دین کو فارس، چین، روم اور شام تک پہنچا دیا اور اپنے قدم زمین پر مارتے ہوئے زمین کی انتہائی آبادی تک جا پہنچے۔

## مکہ کا پہلا قرآنی مدرسہ — دارِ ارقم

سید الانبیاء والاصفیا، نبی امی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے مقدس ہاتھوں سے قرآن کے جو یہ نامور اساتذہ پیدا ہوئے وہ کسی ظاہری درس گاہ، مکتب، سکول یا کالج کے پڑھے ہوئے نہیں تھے اور نہ انھیں قرآن کے علوم سیکھنے کے لئے کوئی شاندار اور پرشکوہ عمارت میسّر آ سکی تھی۔

چنانچہ تیرہ سالہ پُر ابتلا مکّی دور میں تعلیم قرآن کے جس مرکزی مقام کا تاریخ اسلام سے پتہ چلتا ہے وہ ایک نو مسلم حضرت ارقم رضؓ بن ابی ارقم مخزومی کا مکان ہے جو کوہ صفا کے دامن میں تھا۔ یہ مکان تاریخ میں دار الاسلام کے نام سے مشہور ہے اور اس کو آنحضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی بعثت کے چوتھے سال سے لے کر چھٹے سال تک اشاعت قرآن اور تبلیغ اسلام کی سرگرمیوں کا مرکز بنائے رکھا۔ حضرت مصعب رضؓ بن عمیر، حضرت زید رضؓ بن الخطاب، حضرت عبداللہ رضؓ ابن ام کلثوم، حضرت جعفر رضؓ بن ابی طالب، حضرت عمار رضؓ بن یاسر رضؓ اور حضرت صہیب رضؓ بن سنان (صہیبؓ رومی) جیسی حامل قرآن شخصیتیں اسی مرکز سے فیض یافتہ تھیں۔

دارارقم، جس کا دوسرا نام دار الخیزران بھی ہے ایک مختصر سی عمارت تھی جس کے آثار قدیمہ بیسویں صدی عیسوی کے آغاز تک موجود تھے چنانچہ ابراہیم پاشا رفعت امیر الحاج المصری نے ۱۹۰۱ء میں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے سفرنامہ "مرآۃ الحرمین" جلد ۱ صـ ۱۹۲ تا صـ ۱۹۵ میں اس کا تفصیلی ذکر کیا۔ اُن کے مشاہدات کا خلاصہ یہ ہے کہ دارارقم ایک گلی میں اس سیڑھی کے بائیں طرف واقع ہے جو صفا کی طرف کھلتی ہے اس جگہ چاردیواری ہے جس کے اندر جنوب مشرق میں دو حجرے پتھر کے بنے ہوئے ہیں ایک حجرہ پر جلی حروف سے کندہ ہے:—

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
(فی بیوتٍ اذن اللہ ان ترفع
ویُذکر فیہا اسمہ یسبّح
لہ فیہا بالغدوّ والآصال)"

دوسرے حجرہ کی پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا ہے:—

"ھـذا مختباءِ رسول اللہ
المعروف بدار الخیزران"

ان الفاظ کے بعد ایک لمبی عبارت درج ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ۵۵۵ھ میں جمال الدین شرف الاسلام ابو جعفر محمد بن علی ابن ابی منصور الاصفہانی وزیر شام و موصل نے اس کی تعمیر کرائی۔ ابراہیم رفعت پاشا لکھتے ہیں کہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ نے "شفاء الغرام" میں بتایا ہے کہ دار الخیزران کا حجرہ دو قیراط کم آٹھ گز لمبا اور سوا سات گز لمبا ہے (مرآۃ الحرمین جلد ۱ صـ ۱۹۲ - ۱۹۳) یہ تھا پہلا قرآنی کالج جس کے روحانی پرنسپل نبیوں کے سردار، معلّم آسمانی، سرورِ دوعالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

## مدینہ کی مرکزی درسگاہ ۔ مسجد نبویؐ

مدینہ میں اشاعتِ قرآن کی مرکزی درس گاہ مسجد نبوی تھی جس کی بلندی اس وقت قریباً دس فٹ اور طول ایک سو پانچ فٹ اور عرض نوّے فٹ کے قریب ہوگا۔ مسجد کی عمارت پتھر کی سِلوں اور اینٹوں کی تھی جو لکڑی کے کھمبوں کے درمیان چُن دی گئی تھیں۔ مسجد کا فرش کچّا اور چھت کھجور کے تنوں اور شاخوں کی تھی۔ جو بارش میں ٹپکنے لگ جاتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے صحابہؓ کی مبارک پیشانیاں سجدہ کرتے ہوئے کیچڑ سے لت پت ہو جاتی تھیں۔ مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں ایک مسقّف چبوترہ تھا جسے صُفّہ کے تاریخی نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ ان عشاقِ قرآن کا گویا "بورڈنگ" یا "ہوسٹل" تھا جو اکثر اس قدر مفلس اور نادار تھے کہ کسی کے پاس ایک کپڑے سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ وہ اس کو گردن سے باندھ کر گھٹنوں تک چھوڑ دیتے تھے کہ چادر اور تہبند دونوں کا کام دیتا تھا۔ ان بزرگوں کا کوئی مستقل ذریعہ معاش نہ تھا۔ یہ غریب اور نادار جنگل میں جا کر لکڑیاں چُن لاتے تھے۔ آدھا خیرات کر دیتے اور آدھا باہم تقسیم کر لیتے تھے۔ بعض باہر سے شہر میں پانی بھر کر لاتے اور قوتِ لایموت کا انتظام کرتے تھے۔ اس محنتِ شاقہ کی وجہ سے دن میں تعلیم قرآن کا وقت انھیں بہت کم ملتا تھا اس لئے وہ رات کو قرآن سیکھتے تھے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے:۔

"عن انسؓ کانوا سبعین فکانوا اذا جنّھم اللّیل انطلقوا الی معالمٍ لھم بالمدینۃ فیدرسون اللّیل حتّٰی یصبحوا"

(مسند جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

خادم الرّسول حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ میں ستّر شخص رات کو ایک معلّم کے پاس جاتے تھے اور صبح تک درس قرآن میں مشغول رہتے تھے۔

اصحاب الصفہ کا پاک گروہ تو راتوں کو مسجد نبوی کے باہر مدینہ کے معلّمین سے قرآن سیکھتا تھا مگر مسجد نبوی میں جہاں خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس تشریف لاتے۔ نماز میں امامت فرماتے اور قرآن مجید کی تعلیم و تلقین فرماتے تھے۔ انوار قرآنی کی اشاعت کا سلسلہ دن رات جاری رہتا تھا۔ ایک بار آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم مسجد میں رونق افروز ہوئے۔ صحابہؓ کے دو حلقے قائم تھے ایک حلقہ ذکر و دعا میں مشغول تھا اور دوسرے میں علمی باتیں ہو رہی تھیں حضورؐ نے فرمایا۔

دونوں عملِ خیر کر رہے ہیں لیکن خدا نے مجھ کو معلّمِ قرآن بنا کر بھیجا ہے۔

یہ کہہ کر حضورؐ درسِ قرآن کے حلقہ میں بیٹھ گئے۔

(سنن ابن ماجہ صفحہ ۹ باب القدر۔ مشکوٰۃ کتاب العلم)

حضورؐ کا مشہور فرمان ہے:۔

"اھل القرآن ھم اھل

لِلّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ"

(ابن ماجہ و مسند احمد)

یعنی قرآن والے، خدا والے اور اس کے مقرب ہیں۔

## تعلیم قرآن کیلئے مرکز میں آنے کی تحریکِ آسمانی

فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں سورۃ توبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا کہ:-

"وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ؏"

(توبہ : ۱۲۲)

فرمایا مومنوں کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ سب کے سب اکٹھے ہو کر تعلیم دین کے لئے نکل پڑیں۔ پس کیوں نہ ہوا کہ ان کی ہر جماعت اور ہر گروہ میں سے کچھ نہ کچھ آدمی نکل پڑتے تا وہ دین پوری طرح سیکھتے اور واپس لوٹ کر اپنی قوم کو ہوشیار کرتے تاکہ وہ جہالت سے ڈرنے لگیں۔

اس حکم کے بعد عرب کے چاروں اطراف سے مرکز میں آکر قرآن سیکھنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:-

"کان ینطلق من کل حی من العرب عصابۃ فیأتون النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیسألونہ عما یریدون من امر دینھم و یتفقھون فی دینھم"

(تفسیر خازن زیر آیت وماکان المؤمنون لینفروا کافۃ)

یعنی عرب کے ہر قبیلے کا ایک ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا اور آپ سے مذہبی امور دریافت کرتا تھا اور دین میں تفقہ حاصل کرتا تھا۔

کتاب مختصر مشکل الآثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ جو تبلیغ اسلام کے لئے اطرافِ عرب میں بھیجے جاتے تھے، مسلمانوں کو نہ صرف اس بات پر آمادہ کرتے تھے کہ وہ وطن چھوڑ کر مرکزِ اسلام میں آباد ہوں (تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے اسلام اور قرآن کے معلم بن جائیں) بلکہ ان کی طرف سے یہ زبردست تحریک بھی کی جاتی تھی کہ وہ اگر مستقل طور پر ہجرت کرکے نہیں آسکتے تو وہ چند دن ہی تعلیم قرآن کے لئے وقف کرکے مدینہ میں آجائیں اور اس کو "بیعت اعرابی" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقفِ قرآنی کو جس درجہ موجبِ برکات و انوار سمجھتے تھے۔ اس کا اندازہ حضور کی ایک حدیث سے ہوتا ہے جو حضرت امام احمد بن حنبل نے مسند میں، ابو نعیم نے حلیہ میں، اور

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے
"الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ"
(ص۱۲۴) میں نقل کی ہے ارشاد نبوی ہے:-

"مَنْ اَخلص للّٰہ اربعین
یومًا تفجرت ینابیع الحکمۃ
من قلبہ الیٰ لسانہ"

جو شخص محض اللہ کی خوشنودی
کے لئے چالیس روز وقف کرتا
ہے تو حکمت کے چشمے اس کے
دل سے زبان پر جاری ہو جاتے
ہیں۔

## حضرت ابوہریرہؓ اور دوسرے صحابہؓ کی قربانیاں

اس دور میں جو پاک نہاد وجود علم قرآن کی خاطر زندگی وقف کر کے مدینہ میں آ گئے ان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ ایک فقیر بے نوا کی طرح ہر وقت آستانہ رسولؐ پر پڑے رہتے تھے۔ کئی کئی دن فاقے گزر جاتے مگر پیٹ پر پتھر باندھ کر اس وجہ سے مسجد نبویؐ ہی میں رہتے کہ ایسا نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں اور میں حضورؐ کے ارشادات سے جو قرآنی باغ ہی کے پھول اور اس کی تفسیر ہیں، محروم نہ رہ جاؤں۔

حضرت ابوہریرہؓ فاقوں سے بار بار نڈھال ہو کر بے ہوش ہو جاتے اور لوگ آپ کو مرگی کے عارضہ میں مبتلا سمجھ کر جوتیاں مارتے تھے، یہ سب کچھ گوارا فرما لیتے مگر اس پاک درگاہ سے ایک لمحہ کے لئے جدا ہونا آپ کے لئے ناقابل برداشت تھا۔

(اصابہ جلد ۷ صفحہ ۲۰۵)

صحابہؓ نے علم قرآن سیکھنے کے لئے ایسی ایسی قربانیاں دی ہیں کہ عقل ورطۂ حیرت میں پڑ جاتی ہے حضرت صہیبؓ نے مکہ سے ہجرت کرنے کا قصد کیا تو مشرکوں نے کہا کہ تم جب یہاں آئے تھے مفلس وقلاش تھے اور اب ہماری وجہ سے مالدار ہو گئے۔ ہم تمہیں مکہ کا مال و اسباب لے کر جانے نہیں دیں گے۔ اس پر آپ نے کل جائیداد ان کے حوالے کی اور بالکل مفلس ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علم قرآن سیکھنے کے لئے مدینہ میں آ گئے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ قسم اول صفحہ ۱۶۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو فرمایا۔
رَبِحَ صُهَيْبٌ ۔ صہیبؓ نفع میں رہے۔

نهب اللئام نشوبهم وعقادهم
فتهللوا بجواهر الفرقان
(المہدی الموعودؑ)

## جہاد بالقرآن کیلئے ستر صحابہؓ کی شہادت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اگر قرآن سیکھنے کے لئے اپنے وطن اور مال واسباب کی قربانیاں دیں تو اس کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے اپنی جانیں تک نچھاور کر دیں۔ جس کی ایک مثال واقعہ بئر معونہ ہے جو صفر ۴ھ میں پیش آیا۔ وسط عرب کا ایک قبیلہ بنو عامر نجد کے رئیس ابو براء عامری کی درخواست

پر حضورؐ نے اہل نجد کو قرآن اور اسلام سکھانے کے لئے ستر صحابہؓ کی ایک جماعت روانہ فرمائی۔ یہ بزرگ انصار میں سے تھے اور سب کے سب قاری قرآن خوان تھے جو دن کے وقت جنگل کی لکڑیاں جمع کر کے گزارا کرتے اور راتوں کا بہت سا حصہ قرآن پڑھنے اور عبادت بجا لانے میں گزار دیتے تھے۔ جب یہ بزرگ معونہ نامی کنوئیں کے نزدیک پہنچے تو ابو براء عامری کے بھتیجے عامر بن طفیل نے رعل، ذکوان اور عصیہ وغیرہ قبائل سے مل کر ان قدسیوں پر وحشیانہ حملہ کر دیا اور دو ایک صحابہ کے سوا باقی سب کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا۔ اس موقعہ پر جام شہادت نوش کرنے والے صحابہؓ میں سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام اور اسلام کے دیرینہ فدائی حضرت عامر بن فہیرہؓ بھی تھے جن کی زبان سے اس وقت بے ساختہ نکلا فُزْتُ وَاللہ۔ خدا کی قسم **میں اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہو گیا۔**
(بخاری، ابن سعد، ابن ہشام، زرقانی)

؎ بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

## درس گاہ محمدیؐ کا دائمی فیض

عہد نبویؐ میں تعلیم القرآن کے مرکزی نظام اور اس کے انقلاب انگیز اثرات کا نہایت مختصر اجمالی اور سرسری نقشہ پیش کرنے کے بعد مجھے بالآخر صرف یہ عرض کرنا ہے کہ دار ارقم اور مسجد نبوی کی عظیم قرآنی درس گاہوں کا فیض تیرہ صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی جاری و ساری ہے۔ اسی لئے حضرت مہدی موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:- ؎

اِلَی الْآنَ انوارٌ ببرقۃِ یثرب
نُشاھد فیھا کلَّ یومٍ تجدّدا
حفانی جنانی نوراً من ضیاءہٖ
فاصبحتُ ذا فھمٍ وّ ذا الھدیٰ
وَاَرسلنی ربّی لتائید دینہٖ
فجئتُ لھذا القرنِ عبداً مجدّدا

اب تک مدینہ کی پتھریلی زمین میں ایسے انوار ہیں کہ ہم ہر روز ان کی نئی سے نئی تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ مدینہ کی روشنی سے میرے دل میں نور پہنچ گیا پس میں صاحب فہم سلیم اور مہدی بن گیا خدا نے مجھ کو اپنے دین کی تائید کے لئے بھیجا ہے اور میں اس صدی کا مجدد بن کر آیا ہوں۔

پھر فرماتے ہیں:- ؎

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

میں کسی دوسرے استاد کا نام نہیں جانتا کیونکہ میں نے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ میں ہی تعلیم پائی ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی اسی مدرسہ محمدیؐ کی برکت ہے کہ عصرِ حاضر میں اُسی مدرسہ کے فارغ التحصیل اس عظیم الشان شاگرد نے علمِ قرآن سیکھنے اور دنیا بھر کو قرآن سکھانے کا بے پناہ اور غیر معمولی جذبہ اور ولولہ اور ذوق و شوق رکھنے والی عشاقِ قرآن کی ایک عالمگیر جماعت پیدا کردی ہے جس کی زندگی کا مقصدِ وحید ہی قرآن کی بین الاقوامی روحانی حکومت کا قیام ہے جیسا کہ تیرھویں صدی ہجری کے ایک عظیم بزرگ اور فقہ حنفی کے فاضل علامہ محمد کامل بن مصطفےٰ بن محمود الطرابلسی الحنفی الاشعری نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ:-

" کان المهدی اذا خرج
یقیم جماعة یتلون کتاب
الله آناء اللیل والنهار "

(الفتاوی الکاملیہ فی الحوادث الطرابلسیہ صفحہ ۳)

کہ جب امام مہدی پیدا ہوں گے تو وہ ایسی جماعت قائم کردیں گے جو دن رات کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کی تلاوت کرنے والی ہوگی۔"

---

# "خُلُقِ عظیم مظہرِ شانِ محمدؐ است"

محترم جناب سلیم شاہجہانپوری نوابشاہ سندھ

مَن غرقِ حیرتم کہ چہ شانِ محمدؐ است
در دہر ہر چہ ہست از آنِ محمدؐ است

بر منتہائے اَوج رسیدہ است بے گماں
از فرش تا بہ عرش کمالِ محمدؐ است

فرمود کردگار بفرقاں ثنائے اُو
خُلُقِ عظیم مظہرِ شانِ محمدؐ است

گفتارِ اُوست وحیِ الٰہی بقولِ حق
شاہد خدا بہ حُسنِ بیانِ محمدؐ است

عرفانِ حق نصیب شود از اطاعتش
آرے نشانِ حق ز نشانِ محمدؐ است

تا ابد زخش کسیکہ شقاوت نصیب اوست
پر خوش نصیب کشتۂ آنِ محمدؐ است

ماہِ مبیں دو لخت شد از یک اشارہ اش
انگشتِ کردگار بنانِ محمدؐ است

اصحابِ حضرت اند گہرہائے تابدار
پر لعلِ بے نظیر، ز کانِ محمدؐ است

ذاتِ محمدؐ است وجودِ حسُدا نما
ذکرِ خدا سرورِ روانِ محمدؐ است

نانے کہ دادِ حق بہ مسیحؑ و حوارِیش
آن نانِ دل پسند زِ خوانِ محمدؐ است

یارب ببخش عاصی و خاطی سلیم را
کاں ہم نثارِ عظمت و شانِ محمدؐ است

# ہم ہیں قرآن کے شیدائی محمدؐ کے غلام

محترم جناب مولوی محمد صدّیق صاحب امرتسری ایم اے

دوستو! آؤ ہم مِل کے کوئی کام کریں
عہدِ اوّل کی طرح خدمتِ اِسلام کریں

زندگی اپنی وہ کِس کام کی جس میں ہردم
عَیش ہی عَیش اَور آرام ہی آرام کریں

اَے محبّانِ وطن، اَے شرفائے مِلّت
آئیں پھر دُشمنِ اسلام کو ناکام کریں

یونہی کہلا کے مُسلمان فقط نام کے ہم
اپنے اعمال سے اُمّت کو نہ بدنام کریں

اہلِ حق کھا نہیں سکتے کبھی باطل سے شکست
شرط یہ ہے کہ نہ سُست اپنا کبھی گام کریں

ہے محمدؐ کی غلامی میں فلاحِ انساں
ساری دُنیا میں یہ اِعلان یہ اعلام کریں

اہلِ باطل ہوں کہ مُشرک ہوں کہ ہوں اہلِ کتاب
سب کو تبلیغ سے ہم داخلِ اِسلام کریں

حُسن واحسانِ مسیحاؑ کے دکھائیں جلوے
اور عیاں دُنیا پہ اہمیّتِ اِلہام کریں

مردِ فارسؓ سے ملے ہیں جو علومِ قرآں
اُن کی تشہیر واشاعت سحر و شام کریں

ناصرِ دیں کی قیادت میں بصدق واخلاص
چار سُو مُصطفویؐ نُور وہدیٰ عام کریں

ہم ہیں قرآن کے شیدائی محمدؐ کے غُلام
عام ہر مُلک میں قرآن کا پیغام کریں

خالدؓ و طارقؒ و ایوبیؒ و قاسمؒ کی طرح
سارے ادیان پہ پھر غلبۂ اسلام کریں

"کام مُشکل ہے بہُت منزلِ مقصود ہے دُور"
آیئے تیز سے ہم تیز تر اَب گام کریں!

○

قسط اوّل

# حوادثِ زمانہ یا عذابِ الٰہی

از قلم محترم حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب

یہ سوال بڑی دیر سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال سے انسانی ذہن کو الجھائے ہوئے ہے کہ حادثاتِ طبعی کا کوئی تعلق اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں دو نظریات ایک دوسرے کے مقابل پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ ایک نظریہ اس امر پر مشتمل ہے کہ دنیا میں جتنے بھی حادثات واقع ہوتے ہیں یا آفات رونما ہوتی ہیں یہ سب قوانینِ طبعی کے ماتحت خود بخود ظاہر ہوتے چلے جاتے ہیں اور انسان کے اعمال اس کی نیکی بدی یا رسولوں کے انکار سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ دوسری طرف قدیم سے تمام قطعۂ ارض پر لینے والے اہلِ مذاہب کسی نہ کسی رنگ میں یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ عذاب اور آفات جب بھی غیر معمولی نوعیت اختیار کر جائیں تو قوانینِ طبعی کے دائرے سے نکل کر قوانینِ غیر طبعی کے حلقہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ ان سب مذاہب میں خدائے واحد و یگانہ کا وہ تصور تو نہیں تھا جو اسلام نے پیش کیا ہے لیکن اپنے اپنے رنگ میں اس بات پر سب کا اتفاق نظر آتا ہے کہ یہ عذاب اور آفات کسی باشعور ہستی کے فیصلے کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں۔ خواہ اس کا نام سورج دیوتا بیان کیا جائے۔ یا بادلوں کا خدا یا پہاڑوں کی روح یا سمندروں کی دیوی، وہ تمام مذاہب بھی جو خدا تعالیٰ کی مختلف صفات میں بعض خیالی خداؤں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ غیر معمولی آفاتِ سماوی و ارضی کو غیر طبعی قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ وہ مذاہب جن میں توحید باری تعالیٰ کا عقیدہ آج تک محفوظ چلا آرہا ہے ان میں بھی اگرچہ نظریہ توحید کی تفاصیل میں کچھ نہ کچھ فرق ملتا ہے لیکن اس بات پر وہ بھی متفق ہیں کہ آفاتِ سماوی یا حادثاتِ طبعی ایک واحد خدا کی ناراضگی کا مظہر ہوتے ہیں۔ ان مذاہب میں سرفہرست اسلام ہے اس کے بعد یہودیت اور پھر عیسائیت جو بیک وقت توحید کی بھی دعویدار ہے اور تثلیث کی بھی۔

یہ ایک دلچسپ معمہ ہے اور آج کی دنیا میں جبکہ انسان طبیعات کے بہت سے گہرے اسرار کا واقف ہو چکا ہے اور ان تمام آفات، مصائب یا حوادث

کے تہ بہ تہ عوامل اور محرکات کی گہری تحقیق کرکے بہت سے سربستہ رازوں پر سے پردہ اٹھا چکا ہے۔ یہ سوال مادہ پرست انسان کے لئے بھی اور اہل مذاہب کے لئے بھی دوہری اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ اہل مذاہب کے بارے میں یہ کہنا یقیناً درست ہوگا کہ آج یہ سوال پہلے سے کئی گنا بڑھ کر اہم اور قابل توجہ بن چکا ہے کیونکہ پہلے اہل دنیا جس خیال کو ظاہری مشاہدات کی بناء پر مانتے چلے آرہے تھے۔ آج ان کے ہاتھ میں صرف ظاہری مشاہدہ کا ہتھیار ہی نہیں بلکہ عالم طبعی کی تہ بہ تہ جستجو کے نتیجہ میں جو حقائق وہ دریافت کر چکے ہیں وہ سب اس طرف اشارہ کرتے نظر آتے ہیں کہ تمام امور قوانین طبعی کا طبعی نتیجہ ہیں اور کسی مافوق البشر ہستی کی دخل اندازی سے ان کا کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ اہل مذاہب اس کے برعکس ابھی تک اسی مقام پر کھڑے نظر آتے ہیں جس پر وہ پہلے تھے۔ اور کوئی ایسی نئی تحقیق مذاہب کے ماننے والوں کی طرف سے پیش نہیں کی گئی جو اس موقف کی مزید تائید یا تصدیق کر سکے۔ کہ حوادث زمانہ کا کوئی تعلق کسی مافوق البشر ہستی سے ہے۔

جماعت احمدیہ چونکہ از سر نو بڑے زور اور اصرار کے ساتھ اس نظریہ کو دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے کہ حوادث اور مصائب کی صورت میں جو مظاہر طبعی ہمیں نظر آتے ہیں ان کا تعلق یقیناً اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ساتھ بھی ہے۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ جماعت احمدیہ کا یہ فرض داری ہے کہ جماعت سے وابستہ محققین اور مفکرین اس مسئلہ کے ہر پہلو کو چھان بین کر کے نہ صرف اس امر کی وضاحت کریں کہ جماعت احمدیہ کے اس نظریہ کا حقیقی مفہوم

کیا ہے بلکہ اس نظریہ کی تائید اور تصدیق میں ایسے دلائل بھی پیش کریں جو نئے علوم کی روشنی میں بنائی ہوئی عقل کو مطمئن کر سکیں۔ آج دنیا کا جو انسان ہمارا مخاطب ہے وہ ہزار دو ہزار یا پانچ ہزار سال کے انسان کی نسبت مادی علم کے میدان میں اتنا آگے نکل چکا ہے کہ محض دعاوی کی تکرار سے اور کسی نظریہ کو بلند آواز سے بیان کرنے کے نتیجہ میں ہرگز تسلی نہیں پا سکتا۔ پس مذہب اور لادینیت کی جنگ میں ایک یہ بھی میدان ہے جو ابھی سر کرنے والا ہے۔ اس وقت تک تو اس معرکے کا جو نتیجہ ظاہر ہو رہا ہے وہ مذہب کی شکست اور لامذہبیت کی فتح دکھائی دیتا ہے۔ یہ فتح اس حد تک نمایاں نظر آتی ہے کہ اہل اسلام کا بھی ایک بڑا طبقہ مادی نظریہ طبیعات سے متاثر ہو کر مافوق البشر مداخلت کے عقیدہ سے منحرف ہو چکا ہے اگرچہ غیر معمولی مصائب کے وقت عامۃ الناس کبھی کبھی تو یہ زبان سے پکار اٹھتے ہیں کہ یہ تو عذاب ہے اور چند دن کے لئے جب تک مصیبت ان کو گھیرے رکھے۔ اذانیں دے کر یا استغفار کر کے یا دعائیں مانگ کر اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع بھی کرتے ہیں لیکن عملاً ان مظاہر قدرت کو عذاب قرار دینے کے باوجود ان کی زندگی میں کوئی بنیادی فرق نہیں پڑتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ایک عارضی اور وقتی خیال کی طرح دل و دماغ میں ایک مسافر کی طرح گزر جاتی ہے۔ مزید برآں عمومی رنگ میں حوادث کو عذاب الٰہی قرار دینے کے باوجود وہ قرآن کریم کے اس مضمون کی طرف ہرگز توجہ نہیں کرتے کہ ان عذابوں کا تعلق محض بداعمالیوں سے ہی نہیں بلکہ رسولوں کے انکار سے بھی ہے۔ بلکہ اس حد تک ہے کہ بداعمالیوں کی سزا کے نتیجہ میں

بھی یہ عذاب اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتے جب تک اللہ تعالیٰ کوئی تنبیہ کرنے والا مخبر ان میں نہ بھیج دے اور وہ بروقت متنبہ کر کے دنیا کو نیکیوں کی طرف بلانے کی کوشش نہ کرے۔

جماعت احمدیہ جو اس نظریئے کی بھی بڑے وثوق سے قائل ہے۔ روزمرہ اس سلسلہ میں تلخ تجربات کا سامنا کرتی رہتی ہے۔ آئے دن احمدیوں کو ایسے دوستوں سے تبادلہ خیالات کا موقع ملتا رہتا ہے جو غیر معمولی آفات کو عذابِ الٰہی ماننے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس بات کو تسلیم کرنے پر ہرگز آمادہ نہیں ہوتے کہ ان عذابوں کے ظہور سے قبل اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کی اصلاح اور تنبیہ کے لئے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی نبی بنا کر بھیجا ہے یہی نہیں بلکہ احمدیوں کو اس سلسلہ میں بعض اوقات سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان پر یہ طعن کیا جاتا ہے کہ ہر مصیبت جو دنیا پر نازل ہوتی ہے تم اسے مرزا غلام احمدؑ کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کر دیتے ہو۔ یہ کیا تمسخر ہے؟ چلی میں زلزلہ آئے یا چین کی سرزمین لرزش کھا رہی ہو۔ ترکی، اٹلی یا ایران کی عمارتیں تہ و بالا ہو رہی ہوں یا مرادنہ اور مردان کی سرزمین قیامت کا نمونہ دیکھے۔ بارشیں آئیں، خشک سالی ہو آندھیاں چلیں یا ہوائیں بند ہو جائیں۔ غرضیکہ حوادث قسمت کوئی بھی کروٹ لیں تم لوگ بلا سوچے سمجھے ہر طبعی واقعہ کو مرزا صاحبؑ کی سچائی کی دلیل کے طور پر پیش کرنے لگ جاتے ہو۔ ذرا سوچو کہ یہ کیسا غیر معقول اور مضحکہ خیز طریق ہے جس سے آج کی دنیا میں کوئی بھی متأثر ہونے کے لئے تیار نہیں۔ یہ باتیں سن کر بعض احمدی تو اظہارِ حسرت کے سوا اور کوئی قدرت نہیں رکھتے، بعض خود اس معاملہ میں متفکر اور متردد ہو جاتے ہیں کہ کہیں واقعۃً یہ محض ہمارا خیال ہی تو نہیں۔ جب سے دنیا بنی ہے آفات اور مصائب سے اہل دنیا کا واسطہ پڑتا ہی چلا آ رہا ہے پھر ہم کیسے ان طبعی واقعات کو صداقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ سوچ کا سلسلہ کسی منزل پر رک نہیں سکتا بلکہ اس خیال کے آتے ہی معاً تصور کی دوسری چھلانگ اس جانب لپکتی ہے کہ قرآن کریم میں کیوں حوادث طبعی کو بڑے اصرار اور تکرار کے ساتھ انبیاء کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور کیوں قرآن بکثرت اس مضمون سے بھرا پڑا ہے کہ خدا کے کسی مرسل کے انکار کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک کے بعد دوسری قوم کو ہلاک کیا اور صرف وہی باقی رکھے گئے جو ایمان لانے والے تھے؟ پھر کیوں قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں بھی بار بار یہی دلیل پیش کرتا ہے اور اہل زمین کو تنبیہ کرتا ہے کہ اگر رسولوں کے سردارؐ کا انکار کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے جو سلوک کمتر درجہ کے انبیاء کے منکرین کے ساتھ کیا تھا وہی سلوک بلکہ اس سے بڑھ کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین سے بھی کیا جائیگا۔ اور خدا کا یہی سلوک اس بات کی گواہی دے گا کہ یہ رسول اپنے تمام دعاوی میں سچا تھا۔ پس اس منزل پر تصور کی چھلانگ مسئلے کو احمدیت کے دائرے سے نکال کر وسیع تر اور بلند تر اصولی سوال تک پہنچا دیتی ہے کہ فی ذاتہٖ اس دعوےٰ کی حقیقت کیا ہے؟ کیا کسی بھی مذہب [illegible]

جائز ہے کہ حوادثِ زمانہ کو عذابِ الٰہی قرار دے یا خدا تعالیٰ کے کسی مرسل کے انکار کا نتیجہ بیان کرے؟

اس تمہیدی بیان کے بعد حسبِ ذیل مسئلہ کی اہمیت خوب اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ جس حد تک ممکن ہو اس کے مختلف پہلوؤں پر کچھ نہ کچھ روشنی ڈالوں اور اپنے دوسرے بھائیوں کو اس بارہ میں مزید فکر و تدبر کی دعوت دوں۔

## احمدیت کا نظریہ

احمدی اپنے نظریہ کی بنیاد کلیۃً قرآن کریم پر رکھتے ہیں۔ اور نظریہ کے ہر پہلو کا استنباط بھی قرآن کریم سے ہی کرتے ہیں اس لئے جب میں احمدی نظریہ کہتا ہوں تو مراد یہ ہے وہ نظریہ جو جماعت احمدیہ کے نزدیک فی الحقیقت اسلامی نظریہ ہے۔ خواہ اسلام کے دوسرے فرقے اس سے اتفاق کریں یا نہ کریں۔ بہرحال احمدیہ نظریہ کے حسب ذیل پہلو خاص طور پر ذہن نشین ہونے چاہئیں۔ مادہ پرستوں کے ساتھ تبادلہ خیالات میں کئی پہلوؤں سے معاملہ الجھ سکتا ہے اور ایک احمدی کے لئے مشکلات پیش آسکتی ہیں۔

(۱) احمدی ہرگز اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ دنیا میں رونما ہونے والے حوادث، مصائب اور زلازل وغیرہ کی طبعی وجوہات موجود ہیں اور یہ تمام امور قانونِ طبعی کے تابع رونما ہوتے ہیں۔ احمدیوں کے نزدیک مذہب کا خدا بھی وہی خدا ہے جو مادی عالم کا خدا ہے اور جن کو ہم قوانینِ طبعی قرار دیتے ہیں۔ وہ قوانینِ طبعی بھی اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے [illegible] کردہ ضوابط [illegible] انسان نے تحقیق و جستجو کے بعد اس سلسلہ میں بہت کچھ دریافت کیا ہے لیکن قوانینِ طبعی کی جستجو کرنے والے مفکرین اور محققین بلا استثناء اس بات پر متفق [illegible] کا یہ سلسلہ لامتناہی ہے اور اسباب کی [illegible] جس قدر بھی ہم دریافت کرتے چلے جائیں [illegible] کوئی بھی پہلی کڑی قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ ہر سبب بذاتِ خود ایک سبب کا محتاج ہے جس کا آگے [illegible] سبب کو [illegible] پہلے سبب [illegible] کو تلاش کر لیا جائے تو اگلے سبب کی [illegible] رہنمائی کرتا ہوا ایک دروازہ دکھائی دیتا ہے کہ اس کو بھی کھولو اور اس سے اگلے سبب کو تلاش کرو۔ غرضیکہ اسباب کا یہ سلسلہ جہاں تک انسانی عقل کی دسترس کا تعلق ہے لامتناہی ہے۔ پھر کون جانے کہ اصل سبب کون تھا یا کیا ہے۔ اور کہاں پہنچ کر یہ سلسلہ ختم ہوگا؟ قرآن کریم پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کا سببِ اوّل بھی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور آخری نتیجہ بھی اُسی کی ذات کی طرف لے جانے والا ہے۔ وہ اوّل بھی ہے اور آخر بھی ہر چیز کا سرچشمہ بھی وہی ہے اور ہر چیز کا مرجع

بھی وہی۔ ہم مسلمان جو روزمرہ گفتگو میں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ کا ورد کرتے ہیں درحقیقت اسی بنیادی نظریہ کا اقرار اور اعادہ کیا جاتا ہے۔ پس جماعت احمدیہ قوانین طبعی کو قوانین مذہب سے علیحدہ کوئی خود مختار متوازی نظام تصور نہیں کرتی اور یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ بعض نظام ہائے تغیرات قوانین طبعی کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں یہ بھی تسلیم کرتی ہے اور ان دونوں اعتقادات میں کوئی تضاد نہیں پاتی کہ تمام قوانین طبعی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مقرر کردہ قوانین کے تابع کام کرتے ہیں اور وہ تمام قوت جو طبعی تبدّل و تغیر کے وقت استعمال ہوتی یا خارج ہوتی ہے اس کا سرچشمہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے۔

(۲) جماعت احمدیہ یہ اعتقاد رکھنے کے باوجود کہ غیر معمولی حوادث اور مصائب اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت سے تعلق رکھتے ہیں ہرگز یہ عقیدہ نہیں رکھتی کہ ہر قدرتی حادثہ اور ہر تغیر اور ہر تبدیلی عذاب الٰہی کی آئینہ دار ہوا کرتی ہے۔ عموماً ایک دنیادار مادہ پرست مذہبی نظریہ کو صحیح رنگ میں نہ سمجھنے کے نتیجہ میں معترض بن جاتا ہے اور کسی حد تک اس کے اعتراضات درست بھی ہوتے ہیں مگر انسان اپنی طرف سے کوئی نظریہ بنا کر مذہب کے سر تھوپ دے تو لازماً اس میں تضادات اور نقائص پائے جائیں گے۔ نتیجۃً غیر مذہبی طاقتوں کو موقعہ میسر آجائے گا کہ اس نظریہ کی خامیاں ظاہر کرکے یہ ثابت کریں کہ جس مذہب نے یہ غلط نظریہ پیش کیا ہے وہ مذہب ہی جھوٹا اور ناقابل اعتماد ہے اور انسانی عقل اس کی رہنمائی کو قبول نہیں کر سکتی۔ یہی مصیبت تھی جس کا احیائے علوم کے زمانہ میں عیسائیت کو سامنا کرنا پڑا اور عیسائی پادری اپنے مذہب کی طرف ایسے خود ساختہ نظریات منسوب کر رہے تھے جن کا الہامِ الٰہی سے کوئی تعلق نہ تھا یا تو وہ بگڑی ہوئی بائیبل کے فرضی قصے تھے یا آیاتِ تورات کی غلط تشریحات پر مبنی مفروضے نتیجہ یہ نکلا کہ انسان نے خصوصاً اہلِ یورپ نے جب قوانین قدرت کی چھان بین کی اور بہت سے انکشافات کئے تو واضح طور پر عیسائی نظریات کے مخالف پایا تو عیسائیت کو ایک فرسودہ اور [illegible] مذہب سمجھ کر ترک کرنا شروع کر دیا پھر یا تو کھلم کھلا انہوں نے عیسائیت سے بغاوت کی یا پھر عملاً اس طرح اس سے منحرف ہوگئے کہ گو زبان نے تو انکار نہ کیا لیکن اعمال نے اس کا جُوا اتار پھینکا اور ایک آزاد مادی اور مادہ پرست یورپین سوسائٹی رونما ہوئی۔ جو عیسائیت کی قید سے ہر عملی پہلو میں آزاد تھی۔ پس مسلمانوں کو اس المیہ سے یہ سبق سیکھنا چاہیے اور خصوصاً احمدیوں کو کہ وہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے کوشاں ہیں۔ غیر معمولی احتیاط سے

کام لینا چاہیئے۔ اور کسی نظریہ کو مذہب کی
طرف منسوب نہ کرنا چاہیئے جس کا مذہب
دعویدار نہ ہو۔

جہاں تک قرآن کریم، احادیث نبویہؐ اور
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات سے
ظاہر ہوتا ہے کہیں بھی اسلام کا یہ دعویٰ نظر
نہیں آتا کہ ہر طبعی حادثہ اور تغیر اللہ تعالیٰ کی
طرف سے عذاب کا حکم رکھتا ہے۔ ہاں یہ دعویٰ
ضرور ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بسا اوقات مادی
اور طبعی قوانین کو ان مادی طاقتوں کی ہلاکت
پر مامور کر دیا جو روحانی اور مذہبی اقدار کی نہ
صرف منکر تھیں بلکہ مادی ذرائع کو استعمال کر کے
روحانی اور مذہبی اقدار کو مٹانے کے درپے
تھیں۔ پس جب بھی یہ صورت ظاہر ہو کہ مادی
نظریات روحانی نظریات سے ٹکرا جائیں اور
مادی طاقت مذہبی اقدار کے خلاف علم بغاوت
بلند کرے اور سرکشی میں بڑھتی چلی جائے۔ تو
ایسی صورت میں قرآنی نظریہ کے مطابق قوانین
طبعی کو ہی ایسی مادی طاقتوں کو مٹانے یا مغلوب
کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ گویا لوہا
لوہے کو کاٹتا ہے یا انگریزی محاورہ کے
مطابق To set a thief to
catch a thief کا منظر نظر آتا ہے
یعنی وہ لوگ جو کسی مافوق البشر طاقت کے منکر
اور صرف موجود مادی دنیا کے ہی قائل ہوتے ہیں

انہی کا مسلمہ موجود مادی دنیا کو ان کی ہلاکت اور
تباہی پر مامور کر دیا جاتا ہے ایسے واقعات کو
مذہبی اصطلاح میں عذابِ الٰہی کا نام دیا جاتا
ہے اور اس نظریئے سے کوئی ٹکراؤ یا مقابلہ نہیں
کہ ایسے واقعات اپنے پس منظر میں طبعی عوامل
رکھتے ہیں۔ مثلاً فرعون کی غرقابی کے واقعہ کو ہی
لے لیجئے۔ نیل کے ڈیلٹا میں فرعون اپنے قافلے
سمیت غرق ہوا۔ روزانہ دو مرتبہ جوار بھاٹا
آیا ہی کرتے تھے۔ اب ان گنت سالوں سے یعنی
جب سے کہ دریائے نیل وجود میں آیا۔ اس کا
پانی سمندر میں داخل ہوتے وقت روزانہ اسی
اتار چڑھاؤ کا منظر پیش کرتا رہا۔ خدا جانے کتنے
جانور یا ابتدائی انسان یا ابتدائی معیشت کے
انسان یا بعد کے غیر مہذب خانہ بدوش قبائل۔
غلط اندازوں یا کم علمی یا لاعلمی کی وجہ سے اس
جوار بھاٹا کی نذر ہو گئے ہیں۔ لیکن نہ تو قرآن مجید
نے یا نہ کسی اور مذہبی صحیفہ نے اس جوار بھاٹا
کے نتیجہ میں مرنے والوں کو عذابِ الٰہی کا مورد
قرار دیا۔ پس قانونِ قدرت بلاشبہ اپنی روش
پر جاری و ساری ہے اور اس کے نتیجہ میں پیدا
ہونے والے ہر جہانک تغیر کو نہ عذابِ الٰہی قرار
دیا جا سکتا ہے نہ اسلام اس کا دعویدار ہے۔
ہاں بعض صورتوں میں جن کا قدرے تفصیلی ذکر آگے چل
کر کیا جائے گا۔ یہ مسلّمہ فطرت مذہبی اصطلاح
میں عذابِ الٰہی کا نام پا لیتے ہیں اور اپنے ساتھ

ایسے شواہد رکھتے ہیں اور ایسے قوی دلائل ان کی تائید میں کھڑے ہوتے ہیں کہ ایک مادہ پرست بھی اگر انصاف سے کام لے تو خود اپنے عقلی معیار کے مطابق بھی یہ ماننے پر مجبور ہو جائے گا۔ کہ اس معین واقعہ کے وقت جسے مذہب عذاب قرار دیتا ہے ایسے غیر معمولی عوامل ضرور موجود تھے جو بظاہر بعد کے واقعہ کو ایک امتیازی اور استثنائی حیثیت دیتے ہیں۔ ابھی ہم نے فرعون کے غرق ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اسی مثال پر اب ذرا مزید غور فرمائیں۔ میرا مدعا خوب واضح ہو جائے گا۔

ایک خاص دلچسپی کی بات جو قرآن کریم کے بیان سے معلوم ہوتی ہے اور قرآن کریم کے سوا کہیں نہیں ملتی۔ وہ یہ ہے کہ غرق ہوتے وقت فرعون نے خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں تو مجھے بچا لے! تو اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا:-

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ط ..... الخ

(سورہ یونس آیت ۹۳)

(ترجمہ) پس اب ہم تیرے بدن (کے بقاء) کے ذریعے سے تجھے (ایک حد تک) نجات دیتے ہیں تاکہ جو لوگ تیرے پیچھے آنے والے ہیں ان کے لئے تو ایک نشان ہو۔

اس بیان کی یہ حیثیت تو صرف دعویٰ کی ہے جو ایک غرق ہوتے ہوئے انسان اور خدا کے درمیان ایک مکالمے کو پیش کر رہا ہے کہ بظاہر اس کی سچائی اور صداقت کے جائزہ لینے کا کوئی ذریعہ نہ تو آج کے انسان کے پاس ہے نہ اس وقت کے انسان کے پاس تھا کیونکہ ایک مرتے ہوئے انسان اور خدا کے درمیان جو باتیں ہوئیں ان کو ان دونوں کے سوا اور کون جان سکتا تھا۔

جب ہم اس مکالمہ پر غور کرتے ہیں جو ایک دہریہ کے لئے یا مادہ پرست کے لئے مبینہ طور پر خدا تعالیٰ اور فرعون کے مابین ہوا تو قرآن کا دوسرا دعویٰ ہمارے سامنے آ جاتا ہے کہ فرعون کا غرق ہونا کسی اتفاقی حادثے کا نتیجہ نہ تھا بلکہ مشیت الٰہی کے مطابق موسیٰ کے انکار اور مخالفت اور طغیانی کی سزا کے طور پر پیش آیا۔ یہاں تک کہ آخری وقت میں خود غرق ہونے والے نے بھی اس بات کو محسوس کیا اور مرنے سے پہلے اس خدا کی طرف رجوع کیا جسے وہ بنو اسرائیل کا خدا قرار دیتا ہے۔ فرعون کا یہ کہنا کہ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ○

(ترجمہ) میں ایمان لاتا ہوں کہ جس مقتدر ہستی پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں سچے فرمانبرداری اختیار کرنے والوں میں سے ہوں۔ اس بات کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ وہ دعا کے وقت اس بات میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہنے دینا چاہتا تھا

تھا کہ جس خدا سے وہ مانگ رہا ہے وہ کون سا خدا ہے۔ چنانچہ پوری وضاحت سے وہ یہ اظہار کرتا ہے کہ وہ اس خدا سے نجات مانگ رہا ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈوبتے وقت ایسا خوف و ہراس اس پر طاری تھا کہ وہ غیر مبہم الفاظ میں اپنی مکمل شکست کو تسلیم کرنے پر تیار ہو چکا تھا اور اس شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہنے دینا چاہتا تھا کہ اس میں کوئی انانیت کی رگ باقی ہے۔ چنانچہ کھلم کھلا شکست تسلیم کر کے اس رب سے مانگتا ہے جس کی بنو اسرائیل عبادت کرتے تھے۔

بہر حال یہ بات قطعی ہے کہ قرآن کریم کے پیش کردہ اس مکالمہ کے مطابق خود فرعون کو بھی مسلّم تھا کہ یہ حادثہ نہیں عذاب الٰہی ہے اور فرعون کی اس التجا کے جواب میں خدا تعالیٰ نے جو جواب دیا وہ ہمارے نقطۂ نگاہ سے یعنی اس مسئلہ کے لحاظ سے جس پر ہم بحث کر رہے ہیں غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ جواب محض ایک دعویٰ کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ دعویٰ کی صداقت کی تائید میں ایک ایسا ناقابلِ تردید ثبوت بھی پیش کرتا ہے جو اس مکالمہ کے ایک ایک نقطہ کی صداقت پر گواہ بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اس واقعہ کو جو ہر چند طبعی قوانین کے تابع ظاہر ہوا تھا ایسے تکوینی واقعات سے الگ اور ممتاز کر کے پیش کرتا ہے وہ جواب یہ تھا (اور یہاں ہم ترجمہ کی بجائے تفسیری مفہوم پیش کریں گے) کہ چونکہ تو اپنی روح کی نجات کی خاطر ایمان نہیں لا رہا اور تمام نشانات کو رد کر چکا ہے اور سب مواقع کھو چکا ہے جن سے استفادہ کی صورت میں تیری روح کو نجات مل سکتی تھی۔ اس لئے آج تیری روح کو نجات دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں تجھے اپنے بدن کو بچانے کا خوف لاحق ہے اس لئے ہم تیری اس التجا کو صرف اس رنگ میں قبول کریں گے کہ تیرے بدن کو بچا لیں گے اور تیری لاش کو محفوظ کرنے کا انتظام کریں گے تا کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے تو ہمیشہ عبرت کا سامان مہیا کرتا رہے اور تیرا بدن دوسروں کی نجات کا موجب ہو سکے۔ یہ نہایت لطیف جواب محض دعویٰ نہیں اپنی صداقت کا ثبوت خود اپنے ساتھ رکھتا ہے جس وقت قرآن کریم کے اس مکالمے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کو مطلع فرمایا اس وقت تک فرعون کے متعلق یہ نظریہ تو موجود تھا کہ وہ دریائے نیل کے ڈیلٹا میں غرق ہو گیا لیکن اس کے بدن کی حفاظت اور آئندہ آنے والی نسلوں کی عبرت کا سامان بننے کا کوئی تصور نہ تو کسی مذہبی صحیفہ میں موجود تھا نہ تاریخی کتب میں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ اعلان کروایا کہ ہم نے فرعون سے اس کی لاش کے بچانے کا وعدہ کیا تھا اور یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ اس رنگ میں محفوظ کی جائے گی کہ بنی نوع

کے لئے عبرت کا سامان مہیا کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ ایک ایسا دعویٰ تھا جو اگر سچا تھا تو دعویٰ کرنے پر کسی انسان کو قدرت نہ ہو سکتی تھی جب تک خود اللہ تعالیٰ اس کی خبر نہ دے۔ اُس زمانے میں بھی فرعون کی لاش کا کوئی پتہ نہ تھا۔ اور اگر اس دعویٰ کو انسان کا خود ساختہ دعویٰ قرار دیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسا دعویٰ کرنے والا خود اپنی تکذیب کے سامان فراہم کر رہا ہے جو سراسر عقل کے خلاف بات ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے صحابہؓ سے اس آیت کے نزول کے بارہ میں سوال کیا جاتا کہ فرعون کی لاش محفوظ کرنے کی خبر اگر خدا نے دی ہے تو وہ لاش کہاں ہے؟ کس طرح محفوظ ہوئی اور کیسے عبرت کا سامان بنی؟ تو کوئی صحابی اس کا جواب دینے پر قادر نہ ہوتا۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی رہنمائی فرماتا۔ اگر بعد کی نسلوں سے یہی سوال دہرایا جاتا۔ تو سائل ہمیشہ اپنے مخاطب کو گنگ اور لاجواب پاتا۔ نہ تو پہلی صدی کے مسلمان مخاطب اس کا جواب دے سکتے تھے نہ دوسری صدی کے مسلمان مخاطب، تیسری صدی کے مسلمان بھی اس کے جواب سے لاعلم تھے۔ چوتھی صدی کے بھی اور پانچویں اور چھٹی صدی کے بھی یہاں تک کہ چودھویں صدی میں وہ چاند طلوع ہوا جس کے عہد میں اسلام کے غلبۂ نو کے سامان فراہم کئے جانے تھے۔ اس وقت کسی مسلمان محقق نے نہیں بلکہ خود عیسائی محققین نے اس فرعون کی لاش کو محفوظ صورت میں دریافت کر لیا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کر کے غرقابی کی سزا پائی تھی اور آج یہ لاش قرآن کریم کی صداقت پر گواہی دیتی ہوئی اہل بصیرت کے لئے عبرت کا سامان مہیا کر رہی ہے اور ساتھ ہی قرآن کریم کے پیش کردہ تمام مکالمہ کی صداقت کا اعلان کر رہی ہے۔ جو قرآن کریم نے فرعون کے آخری لمحات کا نقشہ کھینچنے کے لئے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔

اس کا ایک پہلو یہ تھا کہ فرعون کا غرق ہونا نیل کے ڈیلٹا میں غرق ہونے والے لکھوکھا انسانوں سے مختلف حیثیت رکھتا تھا۔ اس ایک واقعہ کو ہم عذاب الٰہی قرار دیتے ہیں جبکہ ایسے ہی دوسرے لاکھوں واقعات محض حادثات کا نام پاتے ہیں۔

(۳) مادی تغیرات اور طبعی قوانین کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی تبدیلیاں جب عذاب کا نام پاتی ہیں تو ان کے ساتھ کچھ علامتیں اور کچھ شرائط پائی جاتی ہیں اور یونہی بلا وجہ کسی تبدل و تغیر کو عذاب کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

(۴) ایسے تمام حوادث زلازل جو مذہبی اصطلاح میں عذاب کا نام پاتے ہیں ان کے نتیجہ میں بعض اہم مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر آئندہ چل کر کیا جائے گا۔ اس کے برعکس روزمرہ کے حوادث اگرچہ کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور پیدا کرتے

ہیں لیکن جن مذہبی مقاصد سے عذاب کا تعلق ہوتا ہے عام حوادث کے نتیجے میں وہ رونما نہیں ہوتے۔

(ھ) قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ قوانین طبعی کے نتیجہ میں جس قسم کے تغیرات بھی رونما ہو سکتے ہیں۔ مختلف اوقات میں ان میں سے ہر ایک تغیر کو عذاب الٰہی کا ذریعہ بنایا گیا اور آئندہ بھی بنایا جا سکتا ہے اسی طرح انسانی معاشرہ میں پیدا ہونے والی خرابیوں کے نتیجہ میں یا دیگر عوامل کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والی جنگوں اور فتنہ و فساد کو بھی بعض مخصوص حالات میں عذاب الٰہی کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔

---

مندرجہ بالا امور کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جماعت احمدیہ عذاب الٰہی کا جو اسلامی فلسفہ پیش کرتی ہے اس کا مادہ پرستوں کے نظریہ سے بالواسطہ کوئی ٹکراؤ نہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ دنیا دار مادہ پرست حوادث زمانہ کو طبعی محرکات اور موجبات کا نتیجہ قرار دینے پر ہی اکتفا کرتا ہے جبکہ اسلام اس حد تک اس مادی فلسفہ کی تائید کرنے کے علاوہ یہ زائد بات بیان کرتا ہے۔ اگرچہ تمام حوادث کا کوئی طبعی وجہ موجود ہے اور خدا تعالیٰ کی منظم تخلیق اور کامل نظام خلق کا تقاضا بھی یہی ہونا چاہئے تھا۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بسا اوقات اللہ تعالیٰ بلند تر مذہبی مقاصد کے حصول کے لئے انہی طبعی ذرائع کو استعمال کرتا ہے جو اُس کے پیدا کردہ ہیں اور اُسی کے تابع ہیں۔ جب ایسا ہو اور حوادث زمانہ کو سزا یا تنبیہہ کے طور پر استعمال کیا جائے تو اس وقت بھی طبعی قوانین جو نتیجہ ظاہر کرتے ہیں اس کا نام عذاب الٰہی رکھا جاتا ہے اس کے برعکس قرآن کریم سے یہ بھی ثابت ہے کہ طبعی قوانین کو جیسا کہ بعض اوقات رضائے الٰہی کے خاص اظہار کے لئے ہی مسخر کیا جاتا ہے اور جب بھی ایسا ہو طبعی تغیرات کے نتیجہ میں کسی قوم یا اشخاص کے لئے غیر معمولی فضل اور رحمت کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو جہاں عذاب الٰہی سے ڈرایا وہاں ایمان کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں اور رحمتوں کا وارث بننے کا وعدہ بھی دیا اور اس بات کی ترغیب دی کہ بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے قوانین طبعی کو اپنا دشمن بناؤ اس کو راضی کر کے قوانین طبعی کو اپنا غلام اور خدمت گار بناؤ۔ سورہ نوحؑ میں اس مضمون کو نہایت لطیف رنگ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اس سے اسلامی فلسفہ عذاب و ثواب بڑی آسانی سے واضح ہو جاتا ہے۔ اس امر سے تو ساری دنیا بخوبی آگاہ ہے کہ حضرت نوحؑ کے لئے قوم پر بکثرت بارش کو ذریعہ عذاب بنایا گیا لیکن عام طور پر اس حقیقت سے لوگ بے خبر ہیں کہ قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق یہی بارش رحمت الٰہی کا مظہر بھی بن سکتی تھی۔ ایک امر تو بہرحال مقدر ہو چکا تھا کہ طبعی قوانین کے نتیجہ میں اس علاقہ میں جہاں حضرت نوحؑ کی قوم آباد تھی۔ بکثرت بارشیں برسنے والی تھیں۔ اس امر کا فیصلہ کہ یہ بارش رحمت کی ہو یا عذاب کی، قوم نوحؑ پر چھوڑ دیا گیا۔ حضرت نوحؑ کہتے ہیں :-

"فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ
اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ
السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّ

يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَ
يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ
لَّكُمْ اَنْهٰرًاؕ"

(سورۃ نوح - آیت ۱۰ تا ۱۳)

(ترجمہ) میں نے ان سے کہا اپنے رب سے
استغفار کرو وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ اگر تم
توبہ کرو گے تو برسنے والے بادل کو تمہاری
طرف بھیجے گا اور مالوں اور اولاد سے تمہاری
امداد کرے گا۔ اور تمہارے لئے باغات اُگائے
گا اور تمہارے لئے دریا چلائے گا۔

اب دیکھئے کتنا پر لطف مضمون ہے اور عقل انسانی کے لئے کسی اعتراض کی گنجائش نہیں چھوڑی گئی۔ وہی بارش جس کے سامان طبعی قوانین کے نتیجہ میں نامعلوم طویل مدت پہلے سے تیار ہو رہے تھے۔ وہی بارش عذاب بن کر بھی آسکتی تھی اور انعام بن کر بھی۔ اگر انعام بن کر آتی تو اس کے نتیجہ میں حضرت نوحؑ کے قول کے مطابق جو یقیناً وحی الٰہی تھا اس طرح وقفے وقفے کے ساتھ برستی کہ سیلاب لانے کی بجائے فیض رساں نہریں بہا دیتی اور اس کے نتیجہ میں حضرت نوحؑ کی قوم کے اموال غیر معمولی برکت پاتے اور ان کے نفوس میں بھی برکت پڑتی۔ لیکن افسوس کہ انکار نے اس پانی کو کیسے عذاب کے پانی میں تبدیل کر دیا کہ خطۂ ارض کے کونے کونے میں طوفانِ نوحؑ ایک مثل بن چکا ہے۔

پانی کا ذکر چل پڑا ہے اس لئے ایک دفعہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں پانی سے جو دو مختلف خدمات لی گئیں ان کا بیان بھی یہاں بے محل نہ ہوگا۔ ایک بات تو پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ کس طرح پانی کو عذاب الٰہی کے طور پر استعمال کیا گیا اور فرعون اور اس کی قوم کو اس کے نتیجہ میں ہلاک کر دیا گیا۔ حضرت موسیٰؑ کے تعلق میں ہی پانی کے رحمت بننے کی ایک عملی مثال بھی موجود ہے۔ جس پانی نے فرعون اور اس کے لشکر کو بے شمار وسائل کے باوجود مغلوب کر دیا وہ پانی جب رحمت بنا تو ایک دودھ پیتے بچے حضرت موسیٰؑ کو ایک کمزور لکڑی کے صندوق میں اپنی لہروں پر بہائے ہوئے خطرے کی جگہ سے امن کے مقام کی طرف لے گیا اور ہلاکت کی بجائے نجات کا موجب بنا۔ اب دیکھ لیجئے کہ بظاہر دونوں واقعات طبعی محرکات کا نتیجہ تھے لیکن وہ بچہ جس نے بعد ازاں بڑے ہو کر نبوت کا دعویٰ کرنا تھا اور خدا کے ایک عظیم الشان پیغمبر کے طور پر دنیا میں ظاہر ہونا تھا۔ اس کو تو انتہائی کمزوری، ناطاقتی اور کم مائیگی کے باوجود پانی ہلاک کرنے کی قدرت نہیں پا سکا۔ لیکن اس کے عظیم الشان اور دنیاوی لحاظ سے انتہائی طاقتور دشمن کو اپنے قوی وسائل کے باوجود خس و خاشاک کی طرح بہا لے جاتا ہے۔ اہل بصیرت کے لئے اس میں فکر و تدبر کے سامان موجود ہیں۔

## عذابِ الٰہی کی قسمیں

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے قرآن کریم کی رو سے تمام مادی تغیرات کو مشیتِ الٰہی کے ماتحت عذاب کا ذریعہ بھی بنایا جا سکتا ہے اور انعام کا بھی۔ جہاں تک عذاب کا تعلق ہے۔ عذاب کی حسب ذیل صورتوں کا قرآن کریم میں واضح ذکر موجود ہے:۔

(۱) مسلسل شدید بارش اور زمین کے پانی کی سطح کا بلند ہونا جس کے نتیجہ میں ایسا ہولناک سیلاب ظاہر ہو کر علاقے کی تمام آبادی غرق ہو جائے۔

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ
فَانْتَصِرْ ○ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ
السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ○ وَّ
فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى
الْمَآءُ عَلٰٓی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ○

(سورۃ القمر آیت ۱۱-۱۳)

ترجمہ: آخر اس (نوحؑ) نے اپنے رب سے دعا کی اور کہا مجھے دشمن نے مغلوب کر لیا ہے پس تو میرا بدلہ لے۔ جس پر ہم نے بادل کے دروازے ایک جوش سے بہنے والے پانی کے ذریعہ کھول دیئے اور زمین میں بھی ہم نے چشمے پھوڑ دیئے۔ پس (آسمان کا) پانی (زمین کے پانی کے ساتھ) ایک ایسی بات کے لئے اکٹھا ہو گیا جس کا فیصلہ ہو چکا تھا۔

(۲) ایسی منحوس تیز ہواؤں کا چلنا جو مسلسل جاری رہیں یہاں تک کہ آبادیاں ویران ہو جائیں اور انسانی لاشیں ٹوٹے ہوئے درختوں کی طرح ہر طرف بکھری ہوئی دکھائی دیں۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ
عَذَابِیْ وَنُذُرِ ○ اِنَّآ اَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِیْ
يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ○ تَنْزِعُ
النَّاسَ لا كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ
مُّنْقَعِرٍ ○ (سورہ القمر آیت ۱۹-۲۱)

(ترجمہ) عاد قوم نے بھی اپنے رسول کا انکار کیا تھا پھر دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا۔ ہم نے ان پر ایک ایسی ہوا بھیجی جو تیز چلنے والی تھی اور ایک دیر تک رہنے والے نحوست میں چلائی گئی تھی وہ لوگوں کو اس طرح اکھیڑ پھینکتی تھی گویا وہ کھجور کے ایسے تنے ہیں جن کے اندر کا گودا کھایا ہوا تھا۔

(۳) زمین یا آسمان سے ایسی خوفناک گرج یا دھماکوں کا ظاہر ہونا جن کے نتیجہ میں آسمان پتھر برسانے لگے مثلاً آتش فشاں پہاڑوں کے اچانک پھٹنے سے قریب کی بستیوں کا جو حال ہوتا ہے بعینہٖ اس قسم کی حالت کا ذکر عذاب الٰہی کی صورت میں حسب ذیل آیت میں ملتا ہے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ○
فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا
عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ○

(سورۃ الحجر آیت ۷۴-۷۵)

ترجمہ: اس پر اس موعود عذاب نے انہیں (یعنی لوطؑ کی قوم کو) دن چڑھتے ہی پکڑ لیا جس پر ہم نے اس بستی کی اوپر والی سطح کو اس کی نچلی سطح کر دیا اور ان پر سنگریزوں سے بنے ہوئے پتھروں کی بارش برسائی۔

(۴) ایسی آندھیوں کا مسلسل جاری رہنا جو مٹی اور ریت کے نتیجے میں بستیوں کو اس طرح دفنا دیں کہ محض دیکھنے کیلئے گھروں کے نشان باقی رہ جائیں۔

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا
فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ○
كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ○

ترجمہ: یہ ہوا اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کرتی جائے گی پس نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر صبح ایسے وقت میں آئی کہ صرف ان کے گھر ہی نظر آتے تھے (سب قوم ریت میں دب گئی) اسی طرح ہم مجرم قوم کو سزا دیتے ہیں۔

(۵) ایسے پے در پے سیلابوں کا آنا جو کسی خطہ زمین کی ہیئت ہی بدل ڈالیں اور زرخیز علاقوں زمینوں کو بنجر اور بیکار زمینوں میں تبدیل کر دیں۔ جہاں بجز اُلٹے جنگلی پھلوں، جھاؤ جیسی جڑی بوٹیوں اور جنگلی بیریوں کے سوا اور کچھ نہ اُگ سکے۔

فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ
بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ
خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّنْ
سِدْرٍ قَلِيلٍ ۝

(سورہ سبا آیت ۱۷)

ترجمہ: پھر بھی انہوں نے حق سے پیٹھ پھیر لی تب ہم نے (ان کو حق پانے سے محروم قرار دے کر) ان پر ایسا عذاب بھیج دیا جو ہر چیز کو تباہ کرتا جاتا تھا اور ہم نے ان کے دو اعلیٰ درجہ کے باغوں کی جگہ ان کو دو ایسے باغ دیئے جن کے پھل بدمزہ تھے اور جن میں جھاؤ پایا جاتا تھا یا کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں۔

(۶) زلازل کا آنا جن کے نتیجہ میں زمین تہہ و بالا ہو جائے اور انسانی آبادیاں دھنس جائیں۔

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ
عَلَيْهِمْ رَبُّهُم بِذَنبِهِمْ
فَسَوَّاهَا ۝

(سورہ الشمس آیت ۱۵)

ترجمہ: لیکن انہوں نے نبی کی بات نہ مانی بلکہ اس کو جھٹلایا اور وہ اونٹنی جس سے بچتے رہنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں جس کی وجہ سے اللہ نے ان کو خاک میں ملانے کا فیصلہ کر دیا اور ایسی تدبیریں کیں کہ ایسا ہی ہو گیا۔

(۷) ایسی طویل خشک سالی جس سے زمین کا پانی بھی سوکھ جائے اور اتنا گہرا چلا جائے کہ اس کا نکالنا انسانی مقدرت سے بڑھ جائے۔ جیسے فرمایا:-

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ
مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَن يَأْتِيكُم
بِمَاءٍ مَّعِينٍ ۝

(سورۃ الملک آیت ۳۱)

ترجمہ: تو یہ بھی کہہ دے کہ مجھے بتاؤ تو سہی کہ اگر تمہارا پانی زمین کی گہرائی میں غائب ہو جائے تو بہنے والا پانی تمہارے لئے خدا کے سوا کون لائے گا۔

(۸) قحط کا ظاہر ہونا اور قوم کا شدید خوف و ہراس میں مبتلا ہو جانا۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً
كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا
رِزْقُهَا رَغَدًا مِّن كُلِّ مَكَانٍ
فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا
اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ
بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝ (سورۃ النحل آیت ۱۱۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (تمہیں سمجھانے کے لئے) ایک بستی کا حال بیان کرتا ہے جسے (ہر طرح سے) امن حاصل تھا اور اطمینان نصیب تھا ہر طرف سے اس کا رزق اسے بافراغت پہنچ رہا تھا پھر (بھی) اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ اس کی ناشکری پر اللہ نے اس کے باشندوں پر ان کے اپنے گھناؤنے عمل کی وجہ سے بھوک اور خوف کا لباس نازل کیا ہے۔

**(۹) قوموں اور ملکوں کا خوفناک جنگوں کے** ذریعہ ایک دوسرے کو تباہ برباد کرنا جس کے نتیجے میں مختلف قسم کی تکالیف کا المناک سلسلہ دیکھنا پڑے۔ جو کئی قسم کی تنگیاں اور مشکلات قوموں پر وارد کرتا ہے یہاں الضَّرَّآءُ سے مراد غالباً ایسی تمام سختیاں اور تکلیفیں ہیں جو بڑی بڑی جنگوں کے بعد عموماً قوموں کو گھیر لیتی ہیں مثلاً آبادیوں کا سلب ہونا۔ اقتصادیات کا تباہ ہونا معاشرہ اور تہذیب و تمدن میں فساد ظاہر ہونا۔ وبائی امراض کا پھوٹنا وغیرہ وغیرہ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ
نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَھْلَھَا
بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ
یَضَّرَّعُوْنَ ۝

(سورۃ الاعراف۔ آیت ۹۵)

ترجمہ: ہم نے کسی شہر کی طرف کوئی رسول نہیں بھیجا (مگر یوں ہی ہوا کہ) ہم نے اس میں بسنے والوں کو سختی اور مصیبت سے پکڑ لیا تاکہ وہ عاجزی اور زاری کریں

**(۱۰) پرندوں کا عذاب الٰہی بن کر کسی قوم پر** اترنا۔ جیسے فرمایا ہے

وَاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۝
تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝
فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ۝

(سورۃ الفیل آیت ۴۔۵۔۶)

ترجمہ: اور ان (کی لاشوں) پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے (جو) ان (کے گوشت) کو سخت قسم کے پتھروں پر مارتے (اور نوچتے) تھے سو اس کے نتیجہ میں اس نے انہیں ایسے بھوسے کی مانند کر دیا جسے جانوروں نے کھا لیا ہو۔

**(۱۱) کسی بڑی جھیل یا ڈیم کا اس طرح اچانک تباہ** ہو جانا کہ گویا پوری کی پوری جھیل کسی قوم پر عذاب کی شکل میں الٹ دی گئی ہو

فَصَبَّ عَلَیْھِمْ رَبُّکَ سَوْطَ
عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝

(سورۃ الفجر آیت ۱۴۔۱۵)

ترجمہ: جس پر تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا[1] برسایا۔ تیرا رب یقیناً گھات میں (لگا ہوا) ہے۔

**(۱۲) موسمی تغیرات کے نتیجہ میں خشکی تری اور ہوا کے ایسے جانوروں کا بکثرت پیدا ہو جانا۔ جو**

---

[1] سوط جوہڑ کو بھی کہتے ہیں یعنی اس نشیب دار زمین کو بھی سوط کہا جاتا ہے جہاں پانی جمع ہو جاتا ہے۔ (اقرب الموارد) اگر سوط کے معنی جوہڑ کے لئے جائیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ جوہڑ سارے کا سارا ان پر الٹا دیا جائے گا۔

مشیّت الٰہی کے ماتحت کسی قوم میں عذاب کے لیے حالات پیدا کر دیں یا مختلف بیماریوں کی افزائش کا موجب ہوں مثلاً ٹڈی دل، مینڈک، جوئیں، پسّو، مچھر اور اس قسم کے دوسرے حشرات الارض اور ایسے جراثیم جو خونی بیماریاں پیدا کر دیں مثلاً پیچش اور جریانِ خون سے تعلق رکھنے والی بیماریاں وغیرہ۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ
وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ
وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ

(سورہ الاعراف آیت ۱۳۴)

ترجمہ: تب ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون بھیجا۔ یہ الگ الگ نشان تھے

(۱۴) کسی قوم پر ایسی دوسری قوم کو مسلّط کرنا

جو ان کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کریں اور ایسا ایمان لانے کے نتیجہ میں نہ ہو بلکہ دیگر عوامل اس کے ذمہ دار ہوں مثلاً یہود کے متعلق قرآن کریم کی یہ خبر کہ ان کے لئے مقدر کیا گیا ہے کہ قیامت تک ان پر ایسی قومیں مسلّط رہیں جو انھیں طرح طرح کے عذاب دیں۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ
عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن
يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۗ
إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ
وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

(سورۃ الاعراف آیت ۱۶۸)

ترجمہ: اور یاد کر جب تیرے رب نے اعلان کر دیا کہ ان (یہود) پر قیامت کے دن تک ایسے لوگ مقرر کر دے گا جو انھیں تکلیف دہ عذاب دیتے چلے جائیں گے (پھر کیا ایسا ہوا یا نہیں ہوا؟) تیرا رب یقیناً بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

عذاب کی جتنی قسمیں اوپر بیان ہوئی ہیں یہ عجیب بات ہے کہ چار معروف عناصر طبعی میں سے ان کا تعلق تین عناصر سے نظر آتا ہے لیکن چوتھے عنصر کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ یہ سب عذاب کی قسمیں مٹی، پانی یا ہوا سے تعلق رکھتی ہیں یا اُن جانوروں سے تعلق رکھتی ہیں جو مٹی، پانی یا ہوا میں لیتے ہیں (یا رہتے ہیں) لیکن چوتھے عنصر یعنی آگ کے عذاب کا گزشتہ قوموں کے تعلق میں کہیں ذکر نہیں ملتا۔ یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ آگ کے ابتلاء سے نیک بندوں کی آزمائش کی گئی۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں اور سورۃ بروج کے بیان کردہ مضمون سے واضح ہے۔ لیکن جہاں تک آگ کے عذاب کا تعلق ہے آگ کے عذاب کا اس دنیا میں گزری ہوئی امتوں کے بیان میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ لیکن جہاں تک قرآن کریم کی پیشگوئیوں کا تعلق ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلسل انکار کے نتیجہ میں قوموں کو آئندہ آگ کا عذاب بھی دیا جانا مقدر تھا۔ قرآن کریم کی مختلف آیات میں اس کا اشارۃً یا صراحتاً ذکر ہے۔ جیسا کہ فرمایا:-

انْطَلِقُوا إِلَىٰ ظِلٍّ ذِي ثَلَاثِ
شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي

مِنَ اللَّهَبِ ○ اِنَّهَا تَرْمِيْ
بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ج كَاَنَّهٗ
جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ط وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○

(سورۃ المرسلٰت ع۲)

ترجمہ (ہم ان سے کہیں گے) جس چیز کو تم جھٹلاتے تھے اسی کی طرف جاؤ یعنی اس سائے کی طرف جاؤ جس کے تین پہلو ہیں۔ نہ تو وہ سایہ دیتا ہے اور نہ تپش سے محفوظ رکھتا ہے بلکہ وہ اتنے اونچے شعلے پھینکتا ہے جو قلعے کے برابر ہوتے ہیں۔ اتنے اونچے کہ گویا وہ بڑے بڑے جہازوں کے بادبان والے زرد رسے معلوم ہوتے ہیں اس دن جھٹلانے والوں پر تباہی آئے گی۔

اس آیت میں جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ زمانہ حاضرہ کی جنگوں سے بہت ملتا جلتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں پہلی مرتبہ جنگ کا مہیب سایہ تین نمایاں شعبے رکھتا ہے۔ فضائی، بری اور بحری۔ اور یہ تینوں شعبے آگ برسانے والے ہیں۔ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ میں قلعوں کی طرح جو بلند شعلے پھینکنے کا منظر ہے وہ بعینہٖ جدید آلات حرب کے آگ اگلنے کی تصویر ہے۔ اسی طرح سورۃ الہمزہ میں جس آگ سے ڈرایا گیا ہے اس کا بھی عہد حاضر سے تعلق معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا:-

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ○ لا
الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ○ لا
يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ○ ج
كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ○ صلے
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ○ ط
نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ○ لا الَّتِيْ
تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ○ ط اِنَّهَا
عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ○ لا فِيْ
عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ○ ع

(سورۃ الہمزہ آیت ۲-۱۰)

ترجمہ: ہر غیبت کرنے والے اور عیب چینی کرنے والے کے لئے عذاب ہے۔ جو مال کو جمع کرتا ہے اور اس کو شمار کرتا رہتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے نام کو باقی رکھے گا۔ ہرگز ایسا نہیں (جیسا کہ اس کا خیال ہے بلکہ) وہ یقیناً اپنے مال سمیت حطمہ میں پھینکا جائے گا اور (اے مخاطب!) تجھے کیا معلوم ہے کہ یہ حطمہ کیا شے ہے؟ یہ (حطمہ) اللہ کی خوب بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں کے اندر تک جا پہنچے گی پھر وہ آگ سب طرف سے بند کر دی جائے گی۔ تاکہ اس کی گرمی ان کو اور بھی زیادہ تکلیف دہ محسوس ہو اور وہ لوگ لمبے ستونوں کے ساتھ بندھے ہوئے ہوں گے۔

یہاں کسی فرد کا نہیں بلکہ ایک قوم کا ذکر معلوم ہوتا ہے کیونکہ فرد واحد خواہ کیسا ہی امیر کیوں نہ ہو وہ کبھی بھی یہ وہم نہیں کر سکتا کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ کی زندگی عطا کر سکتا ہے۔ البتہ امیر قومیں جن کو دولت کا غلبہ نصیب ہو جائے۔ دولت کے بل بوتے پر ضرور اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جایا کرتی ہیں کہ ان کا غلبہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ ان کو جس عذاب سے خبردار کیا گیا ہے وہ بھی ایسا آگ کا عذاب ہے۔ (باقی برصفحہ ۴۴)

# گورو تیغ بہادر جی

## کا

# تین صد سالہ شہیدی گورپورب

محترم جناب عباد اللہ صاحب گیانی ربوہ

## دلیل و بُرہان کا زمانہ

ہمارا موجودہ دور دلیل اور تحقیق کا شاندار دور ہے۔ اس دور کے انسان نے اپنی تحقیق کے نتیجہ میں چاند کی سطح کو بھی اپنے پاؤں تلے روندنے کا فخر حاصل کیا ہے اور اب وہ مریخ پر جانے کے لئے تیاری کر رہا ہے۔ یہ اس دور کے انسان کے ایسے شاندار کارنامے ہیں جن کی مثال دنیا کی تاریخ سے نہیں ملتی۔

اس دور کے ہر ایک انسان کا یہ حق بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ دلائل سے اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش کرے اور اپنے خیالات عمدہ طریق پر دوسرے لوگوں تک پہنچائے۔ نیز دوسری طرف سے پیش کئے گئے دلائل بھی تحمل اور بردباری سے سنے اور ان پر غور کرے اگر وہ خود کسی غلطی کا شکار رہے تو اس کی اصلاح میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ بھول انسانی فطرت کا حصّہ ہے اور اس کی اصلاح انسانیت کا ایک اہم تقاضا ہے

## بھارت سرکار کا رویّہ

ان دنوں بھارت کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام سکھ دنیا اپنے نویں گورو تیغ بہادر جی کا تین سو سالہ شہیدی پورب منا رہی ہے۔ جگہ جگہ جلوس نکالے گئے ہیں اور جلسے کئے گئے ہیں۔ ان جلوسوں اور جلسوں کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے بھارت کے سکھ اخباروں کے بقول بھارت کی مرکزی حکومت اور پوربی پنجاب کی حکومت نے ان جلوسوں اور جلسوں میں خاص دلچسپی لی ہے اور لاکھوں روپے خرچ

کرنے کے علاوہ بعض مقامات پر جلوسوں میں سرکاری سطح
پر سرپرستی بھی کی گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کبھی
شہید کی یاد منانے میں کسی حکومت کا حصہ لینا قابل اعتراض
قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ یہ ایک مستحسن قدم کہلائے گا۔ اگر
کبھی ہند سرکار حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا دن
منانے میں بھی اس طرح دلچسپی لے اور لاکھوں روپے
خرچ کر دے تو اس سے نہ صرف بھارت کے مسلمان کے بلکہ
دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمان اس کی داد دیں گے
اور ان کے دلوں میں بھارتی حکمرانوں کے لئے محبت اور عزت
کے جذبات پیدا ہوں گے۔

## شہنشاہ اورنگزیب پر گورو جی کے قتل کا الزام

سکھ دنیا سری گورو تیغ بہادر جی کی شہادت کے
بارہ میں عام طور پر بیان کرتی ہے کہ:-

"گورو تیغ بہادر جی اسلام قبول کرنے
سے انکار کے جرم میں اورنگ زیب
بادشاہ کے حکم سے ۱۶۷۵ء مطابق
۱۷۳۲ بکرمی میں دہلی کے چاندنی چوک
میں قتل کر دیئے گئے تھے۔"

ہمارے نزدیک یہ صرف بھارتی مسلمانوں کا ہی
مسئلہ نہیں بلکہ سارے عالم اسلامی کا ہے کیونکہ اسلام
بین الاقوامی مذہب ہے۔ اس کا تعلق کسی خاص خطہ، ملک
یا قوم سے ہی نہیں۔ اگر یہ درست ہے کہ گورو تیغ بہادر جی
اورنگ زیب بادشاہ کے حکم سے اسلام کے نام پر قتل
کیا گیا تھا۔ فی الواقعہ ہم سب کو اس طرف توجہ دینے
اور [illegible] کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں
کہ موجودہ زمانہ کے سبھی سکھ جن میں بڑے بڑے دانشور
بھی شامل ہیں۔ اورنگ زیب بادشاہ کو گورو تیغ بہادر جی
کا قاتل گردانتے ہیں۔ اور خوب صلواتیں سناتے ہیں مگر
وہ اتنا نہیں سوچتے کہ جس اورنگ زیب نے گورو تیغ
بہادر جی کو اسلام قبول کرنے سے انکار کی صورت میں قتل
کروا دیا تھا۔ اس کے ہاتھوں گورو جی کے فرزند ارجمند
گورو گوبند سنگھ جی کیونکر قتل ہونے سے بچ گئے۔ انھوں
نے بھی تو ساری عمر اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ پھر ان کے
علاوہ اور دو گورو بھی اورنگ زیب کے عہد میں ہوئے
ہیں یعنی گورو ہر رائے جی اور گورو ہر کرشن جی جو اسلام
قبول نہ کرنے کے جرم کی سزا سے کیونکر بچ گئے۔ یہ بھی
سوچنے والی بات ہے

## قدیم سکھ کتب اور ہماری تحقیق

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ
جہاں تک پراچین سکھ کتب یا سکھ مورخین اور مصنفین
کا تعلق ہے ان میں سے کوئی بھی گورو جی کے قتل کو
اورنگ زیب بادشاہ کے سر نہیں تھوپتا۔ بلکہ ۱۶۷۵ء
مطابق ۱۷۳۲ بکرمی سے ۱۸۰۵ء مطابق ۱۸۶۲ بکرمی
کے قریب تک لکھی گئی کسی بھی سکھ کتاب سے یہ ثابت
نہیں کیا جا سکتا کہ اورنگ زیب بادشاہ گورو تیغ بہادر
جی کا قاتل تھا۔ اور اس کے حکم سے گورو جی دلی کے
چاندنی چوک میں اسلام نہ قبول کرنے سے انکار کرنے کی وجہ سے
قتل کر دیئے گئے تھے۔ ہم یہاں تک [illegible] کہتے بلکہ

کافی عرصہ سے اپنا یہ خیال دانشور سکھوں کی خدمت میں پیش کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہماری ایک کتاب "سکھ عہد اسلامی میں" سے جو ہم نے ۱۹۴۶ء میں تصنیف کی تھی اور جسے کتاب منزل کشمیری بازار لاہور نے شائع کیا تھا۔ اس میں ہم نے ایک جگہ گورو تیغ بہادر جی کے قتل سے متعلق لکھا تھا کہ:-

"گو آج کل کے سکھ دوست خواہ مخواہ گورو تیغ بہادر صاحب کا قتل اورنگ زیب کے ذمے لگاتے ہیں لیکن سکھ صاحبان کے قدیمی لٹریچر میں جو روایات اس قتل سے متعلق لکھی گئی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کا اس قتل سے کوئی بھی تعلق نہ تھا۔ یعنی یہ قتل اس کے حکم یا ایماء سے نہیں کیا گیا تھا۔"

(سکھ عہد اسلامی میں۔ صـ۱۲۴)

اسی طرح ہم نے اپنی دوسری کتاب ۱۹۵۸ء میں "سکھ مسلم تاریخ حقیقت کے آئینہ میں" کے نام پر لکھی۔ یہ کتاب ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور نے شائع کی۔ اس میں ہم نے گورو تیغ بہادر جی کے قتل سے متعلق پراچین سکھ کتب سے حوالہ جات پیش کرتے ہوئے یہ حقیقت واضح کی کہ:-

"زمانہ حال کا سکھ مصنف بغیر کسی تحقیق ثبوت کے محض انگریزوں کے اشارہ پر گورو صاحب موصوف کا قتل اورنگ زیب کے سر تھوپتا ہے اور دن رات اس امر کا پرچار کرتا ہے کہ اورنگ زیب نے گورو صاحب کو محض اس بنا پر چاندنی چوک میں قتل کروا دیا تھا کہ انھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ پراچین زمانہ کے مصنفین جن میں گورو تیغ بہادر جی کے فرزند ارجمند گوبند رائے جی بھی شامل ہیں۔ اس معاملہ میں موجودہ زمانہ کے سکھ مصنفین سے متفق نہیں ہیں۔"

(سکھ مسلم تاریخ حقیقت کے آئینہ میں صـ۸۵)

اس کے بعد ہم نے ۶۷-۱۹۶۶ء میں اپنی کتاب "سکھ گورو صاحبان اور مسلمان" میں اس تعلق میں یہ لکھا کہ:-

"جب ہم اس سلسلہ میں پراچین سکھ کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ پراچین زمانہ کے سکھ بزرگ گورو تیغ بہادر کا قتل اورنگ زیب کے سر نہیں تھوپتے تھے۔"

(سکھ گورو صاحبان اور مسلمان صـ۱۷۶)

## بھارتی اخبارات کے تبصرے

جب ہمارے یہ خیالات اور نظریات بھارت کے سکھ ودوانوں اور دانشوروں تک پہنچے۔ تو انھوں نے

ان پر بہت عمدگی سے تبصرے کئے۔
چنانچہ ہماری کتاب "سکھ مسلم تاریخ حقیقت کے آئینہ میں" پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک سکھ ودوان سردار موہن سنگھ جی متوالا (آنجہانی) نے لکھا کہ:-
"اس کتاب کی تصنیف اور اشاعت کا مقصد مصنف کے اپنے الفاظ میں ........ ان دھبوں کو مٹانے کی سعی کرنا ہے جو اغیار نے اپنی سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر مسلم اسلاف پر بے بنیاد الزاموں کی شکل میں لگائے ہیں ........ (مثلاً) اورنگ زیب نے سکھوں کے نویں گورو تیغ بہادر جی کو دہلی میں بلایا اور مسلمان نہ بننے کے جرم میں چاندنی چوک میں قتل کروا دیا"
(لوک سہکاری جالندھر ۱۵ اپریل ۱۹۵۹ء)
اس کے آگے یہ مرقوم ہے:-
"ہم نے اس کتاب کا ابتداء سے لیکر آخر تک نہایت عمیق نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ ہماری رائے میں اس کتاب کا مصنف اپنے نصب العین کی تکمیل میں ہر لحاظ سے کامیاب رہا ہے۔ اور اس نے اپنے مقدمہ کی بڑی دانائی سے وکالت کی ہے ........ سکھ پنتھ سے وابستہ تمام مستند کتابوں کے حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ گیانی ابوالامان کا مطالعہ بہت وسیع ہے اور بالغ ہے اور وہ اپنے مطالعہ سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانا بھی جانتے ہیں
ہم سمجھتے ہیں کہ جن غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے گیانی صاحب موصوف نے قلم اٹھایا ہے وہ اگر سچ مچ سکھ اقوام کے دل سے دور ہو جائیں تو سکھ مسلم تعلقات کو استوار ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔ انسانیت کے ناطے میں ہمارا فرض ہے کہ ہم ایک دوسری قوم کو قریب ہو کر سمجھنے کی سعی کریں اور دیکھیں کہ مذہبی تعصب کی بنا پر کسی فرد و بشر یا قوم کے ساتھ بے انصافی نہ ہونے پائے۔
ہمیں خوشی ہے کہ جناب ابوالامان امرتسری اور ادارہ ثقافت اسلامیہ نے "سکھ مسلم تاریخ حقیقت کے آئینہ میں" پیش کر کے نہ صرف مسلم قوم پر ہی احسان کیا ہے بلکہ اس سے سکھ قوم کی بھی خدمت کرنے کا حق ادا ہوا ہے۔ آج پاکستان میں ہی نہیں بھارت میں بھی اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ سکھوں اور مسلمانوں کو ایک

دوسرے کے قریب لانے کے لئے اس قسم کی تصنیفات کی حوصلہ افزائی کی جائے۔"

(لوک سنگھاری جالندھر۔ ۱۵ اپریل ۱۹۵۹ء)

## خالصہ پارلیمنٹ گزٹ کی رائے

اسی طرح مشہور سکھ رسالہ "خالصہ پارلیمنٹ گزٹ" نے گورو تیغ بہادر جی کی شہادت سے متعلق ہمارے ان خیالات کو پڑھ کر کہ سکھ کتب سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ گورو جی کو اورنگ زیب بادشاہ نے قتل کروایا تھا۔ یہ تبصرہ کیا کہ:-

"ودوان مصنف نے جس کے دل میں سکھ مسلم اتحاد کی سچی لگن ہے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ گورو تیغ بہادر جی کو شہید کرنے کا الزام اورنگ زیب کے سر نہیں تھوپا جا سکتا۔ پراچین سکھ کتب کے حوالہ جات دے کر یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ اورنگ زیب بادشاہ کے دل میں گورو تیغ بہادر جی کا بہت احترام تھا۔"

(خالصہ پارلیمنٹ گزٹ ستمبر ۱۹۶۲ء)

اس کے ساتھ ہی رسالہ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ نے یہ حقیقت بھی بیان کی کہ:-

"مسلمانوں کے خلاف سکھوں کی ناراضگی کا ایک سبب یہ بھی ہے اور اسی وجہ سے ناواقف اور ان پڑھ سکھ اب تک جوش میں آکر مسلمانوں کو "ترکڑا" اور "مسلا" وغیرہ بھدے الفاظ سے یاد کرتے ہیں.........

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس نفرت کو دور کیا جائے۔

یہ کتنی بے انصافی ہے کہ یونہی جھوٹی باتوں کو سن کر ہم صدیوں سے ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔"

(خالصہ پارلیمنٹ گزٹ ستمبر ۱۹۶۲ء)

## سکھ گورو اور محققین ہمارے ساتھ متفق ہیں

موجودہ زمانہ کے اور بھی متعدد سکھ ودوان اور دانشور ہمارے ان خیالات سے متفق ہیں کہ قدیمی سکھ کتب کے مطابق سری گورو تیغ بہادر جی کا قتل حضرت اورنگ زیب کے سر تھوپا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ۱۶۷۵ء مطابق ۱۷۳۲ بکرمی سے ۱۹ ویں صدی کے آخر تک کسی بھی مستند یا غیر مستند سکھ کتاب میں یہ کہیں بھی مرقوم نہیں کہ اورنگ زیب بادشاہ نے گورو تیغ بہادر جی کو اسلام قبول نہ کرنے کے جرم میں قتل کروا دیا تھا۔ یہ روایت ۲۰ ویں صدی کے شروع میں انگریز سیاستدانوں کی سیاست کے نتیجہ میں سکھ کتب میں داخل کی گئی تاکہ سکھوں اور مسلمانوں میں دائمی بغض اور نفاق کا

بیج بویا جا سکے اور ان دونوں بہادر قوموں کو ایک دوسرے سے دور سے دور تر رکھا جا سکے۔ تاکہ اپنے سیاسی اغراض و مقاصد حاصل کئے جا سکیں۔ اور انگریزی حکومت کی بنیادیں مضبوط ہو سکیں۔ اس تعلق میں سکھ کتب میں ردو بدل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اب سکھوں میں بھی ایسے دانشور پیدا ہو چکے ہیں جو برملا یہ کہہ رہے ہیں:۔

"حضور (گورو گوبند سنگھ) نے
جب اورنگ زیب کو ظفر نامہ لکھا
تو اس میں......گورو تیغ بہادر جی
کے متعلق کوئی ناراضگی ظاہر نہیں کی"

(رسالہ سنت سپاہی امرتسر جنوری ۱۹۵۱ء)

ایک اور سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:۔

"جب اورنگ زیب کو اس کے سیاہ
کارناموں کی یاد دلانے کے لئے گورو
گوبند سنگھ نے پہلے فتح نامہ اور بعد
کو ظفر نامہ لکھا تو اس وقت یہ احتیاط
برتی کہ گورو تیغ بہادر جی کی شہادت
کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ یہ شہادت
خود چاہی اور خود مانگی SELF
IMPOSED تھی۔ اورنگزیب
نے کوئی فتویٰ، الزام یا دوش
لگا کر گرفتار نہیں کیا تھا"

(رسالہ گورمت پرکاش امرتسر دسمبر ۱۹۶۴ء۔ گورمت مارگ بمبئی دسمبر ۱۹۶۴ء۔ گورسند یش، بنا نگر دسمبر ۱۹۶۴ء۔ فتح دلی ست گور سنجے ۱۹۶۴ء، جیوتی بمبئی دسمبر ۱۹۶۴ء)

گورو گوبند سنگھ جی گورو تیغ بہادر جی کے صلبی اور روحانی فرزند تھے اور ان کے جانشین کہلاتے تھے سکھ ودوانوں کے بقول انھوں نے اورنگ زیب بادشاہ کو جو چٹھیاں لکھیں۔ ان کا مقصد بادشاہ پر اس کے سیاہ کارنامے واضح کرنا تھا۔ پس اگر فی الحقیقت بادشاہ نے گورو تیغ بہادر جی کو اسلام قبول کرنے سے انکار کے جرم میں قتل کروایا ہوتا تو یہ ناممکن تھا کہ گورو گوبند سنگھ جی سرے سے خاموش رہتے اور ظفر نامہ میں اس کا ذکر نہ کرتے۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر اس کا کوئی اور سیاہ کارنامہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اور یہ قرآن شریف کی مقدس تعلیم لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ کے بھی سراسر خلاف تھا۔ پس گورو جی تو اسے سب سے پہلے اجاگر کرتے۔ گورو جی کا اسے نظر انداز کر دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک گورو تیغ بہادر جی کا قتل اورنگ زیب کے کسی فتویٰ یا حکم کا نتیجہ نہ تھا۔ گورو گوبند سنگھ جی سے بڑھ کر کوئی اور گورو تیغ بہادر جی کے قتل سے زیادہ متاثر نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہ ان کے والد بزرگوار تھے۔

## یہ الزام انگریزوں کی سازش تھی

علاوہ ازیں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ ۱۶۷۵ء سے تقریباً ۱۹۰۵ء کے عرصہ میں کسی بھی سکھ بزرگ یا ودوان نے گورو تیغ بہادر جی کے قتل کی ذمہ داری کو

اورنگ زیب کے سر کیوں نہ تھوپا اور کیوں نہ کہا کہ اورنگ زیب نے نویں گورو جی کو قتل کروا دیا تھا۔ حالانکہ اس لمبے عرصہ میں کئی مرتبہ سکھ اور مسلمان آپس میں گتھم گتھا بھی ہوئے۔ تلوار بھی چلی اور با ہمی صلح نامے بھی ہوئے۔ کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس دور کے سکھوں کے دل میں گورو تیغ بہادر جی سے متعلق وہ عقیدت اور غیرت نہ تھی۔ جو موجودہ سکھوں کے دلوں میں ہے؟ حالانکہ خود سکھ دانوں کو مسلّم ہے کہ کسی واقعہ کی تحقیق سے متعلق صحیح طریق یہ ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ قریب زمانہ کے لوگوں کی تحریرات کو دیکھا جائے۔ جیسا کہ ہمارے بزرگ دوست ڈاکٹر گنڈا سنگھ جی فرماتے ہیں:۔

"یقینی فیصلہ صرف قابل اعتماد
تاریخی شہادتوں سے ہی کیا جا سکتا
ہے اور شہادتیں بھی وہ جو یا تو
براہ راست آنکھوں دیکھنے والوں۔ یا
آنکھوں دیکھنے والوں سے سُنی ہوئی
بات بتا سکیں۔ یا واقعات کے زمانہ
کے زیادہ سے زیادہ نزدیک ہوں"

(سکھ اتہاس وِچ ص۹۴)

ہمیں اس بات کی انتہائی خوشی ہے کہ بعض دانشور اور سکالر سکھ اب میدان میں آ چکے ہیں اور وہ یہ بات واضح الفاظ میں تسلیم کر رہے ہیں کہ پراچین سکھ کتب کی رُو سے گورو تیغ بہادر جی کا قتل اورنگزیب بادشاہ کے ذمّے نہیں لگایا جا سکتا۔ چنانچہ مشہور سکھ سکالر ڈاکٹر گنڈا سنگھ جی نے اس تعلق میں لکھا ہے:۔

"سری گورو تیغ بہادر صاحب جی
کی شہادت سے متعلق بھی ہمارے
بڑے بڑے شعراء اور مصنفین نے
ایسی گھاڑتیں گھڑی ہیں۔ جنہوں نے
ست گورو جی کی مہان اور عظیم الشان
شہادت کو خودکشی۔ آتم ہتیا بنا
دیا ہے۔"

(گورو تیغ بہادر سمرتی گرنتھ ص۳۷)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:۔

"سب سے خطرناک" کُھلکھے
جیسا کہ شروع میں ذکر کیا گیا ہے،
سکھ شعراء اور مصنفین کی طرف سے
پیدا کئے گئے ہیں۔ جنہوں نے ست
گورو جی کی شہادت کو ایک آتم ہتیا
(خودکشی) اور چھل بنا دیا ہے۔"

(گورو تیغ بہادر سمرتی گرنتھ ص۴۸)

ان ہر دو حوالہ جات سے واضح ہے کہ ڈاکٹر گنڈا سنگھ جی کے بقول قدیم سکھ کتب سے یہ امر واضح نہیں کہ اورنگ زیب بادشاہ نے گورو تیغ بہادر جی کو قتل کروا دیا تھا۔ ان کے نزدیک پراچین سکھ مصنفین کی تصنیفات سے یہ ایک خودکشی ہی ثابت ہوتی ہے۔

ہم اس وقت اس بارہ میں کوئی بحث نہیں کرنا چاہتے کہ سکھ شعراء اور مصنفین نے گورو تیغ بہادر جی کی شہادت سے متعلق "گھاڑتیں گھڑی ہیں" "کُھلکھے

ڈالے ہیں" یا "حقیقت بیان کی ہے" یہ سکھ سکالروں اور دانش وروں کا اپنا کام ہے کہ وہ اپنے تمام پراچین سکھ بزرگوں، مصنفوں اور شاعروں کو جھوٹے اور گھاڑتیں گھڑنے والے اور کھلبلی پیدا کرنے والے تسلیم کریں۔ یا سچ کا پرچار کرنے والے قرار دیں۔ ہم تو صرف اور صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سترھویں صدی کے آخری حصہ یعنی ۱۶۷۵ء سے لے کر بیسویں صدی کے آغاز (یعنی ۱۹۰۵ء کے قریب کے زمانہ تک کسی ایک بھی سکھ بزرگ یا ودوان نے گورو تیغ بہادر جی کے قتل کا الزام اورنگ زیب بادشاہ پر نہیں لگایا ہم اپنے ودوان دوست ڈاکٹر گنڈا سنگھ جی کے بہت شکر گزار ہیں نہ انہوں نے بھی یہ بات غیر مبہم الفاظ میں تسلیم کر لی ہے اور یہی ایک سچے ریسرچ سکالر اور محقق کی شان ہے وَآخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

# دعوت فکر و عمل

جناب چوہدری شبیر احمد صاحب واقف زندگی

خوشا اک مہرِ عالمتاب ہے گرمِ سفر یارو
کیا ظلمت کدوں میں جس نے سامانِ سحر یارو

کسی مصلح کو آنا چاہیئے اصلاح کی خاطر
دہائی دے رہا ہے پھر فسادِ بحر و بر یارو

کسی معصوم کو کھینچا گیا ہے دار پر ناحق
زلازل سے زمیں جو ہو گئی زیر و زبر یارو

کبھی جو بہرِ تطہیرِ جہاں طوفان آیا تھا
وہی نقشہ ہمارے سامنے ہے سربسر یارو

حبیبِ کبریا کا واسطہ اس نور کو ڈھونڈو
کہ جس کو دیکھ کر شرما گئے شمس و قمر یارو

حیاتِ جاوداں کے واسطے کچھ زادِ رہ لے لو
جہانِ رنگ و بو تو عارضی ہے مستقر یارو

انھیں شبیر کہہ دو صلح کر لو اپنے خالق سے
وگرنہ بند ہو جائے گا پھر توبہ کا در یارو

## حوادثِ زمانہ یا عذابِ الٰہی - بقیہ صفحہ ۳۲

جو اپنی شدت کی وجہ سے دلوں پر جھپٹتا ہے یعنی آن واحد میں دلوں سے زندگی اُچک لیتی جاتی ہے۔ آج کل کے ایٹمی ہتھیار بالکل اسی نقشہ پر پورا اتر رہے ہیں اور ایٹم بم کے پھٹنے سے پہلے اس کے مرکز کا کھنچ کر ملیا میٹ ہو جانا نیز حطمہ کے معنی ریزہ ریزہ کی ہوئی شی یعنی باریک ترین ریزے یہ دونوں امور بھی اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ بہر حال جس آگ کے عذاب کی خبر دی گئی ہے وہ اسی دنیا سے تعلق رکھتا ہے اور اسی کے نتیجہ میں اس متکبر، مال و دولت کے نشہ میں سرشار قوم کی تباہی معلوم ہوتی ہے جو اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کے خواب دیکھ رہی ہے۔

مذکورہ بالا آگ کے عذاب کی پیش خبریوں کو اگر پہلے مضمون کے ساتھ ملا لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ چاروں عناصر یعنی — پانی، مٹی، ہوا اور آگ، اللہ تعالیٰ کے تصرف کے تحت عذاب کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں اور یہی وہ چاروں عناصر ہیں جو انعام کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ پس عذاب کے لئے طبعی قوانین کا مسخر ہونا ہرگز کسی اچنبے کی بات نہیں۔ لازماً ہر قسم کے نقصان اور فائدے انہی طبعی عناصر کے ساتھ وابستہ ہیں۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ دنیا میں ہمیشہ ہر زمانے میں ایسے تغیرات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ جن کے نتیجے میں آگ، پانی، ہوا اور مٹی کبھی انسان کو فائدہ [illegible] رسانی کا موجب ہوتے ہیں اور کبھی نقصان یا کبھی تنگی کے سامان پیدا کرتے ہیں۔ [illegible] بلاوجہ اس کو غیر معمولی تصرف [illegible] قرار دیا جائے اور کیوں بعض حالات کو بعض اوقات [illegible] قرار دیا جائے اور بعض اوقات انہیں خاص تصرفات کا نام دیا جائے۔ جب سے دنیا بنی ہے ایسا ہوتا چلا آیا ہے یہ کوئی نیا سوال نہیں۔ اور جدید زمانے کے انسان نے اس اعتراض کے ذریعہ ایسی نئی بات پیدا نہیں کی جو پہلے انسانوں کو نہ سوجھی ہو۔ قرآن کریم نے بتایا ہے کہ بعینہٖ یہی اعتراض انبیاء پر کیا گیا۔ جیسا کہ فرمایا:-

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن
نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا
بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ
لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ ۝ ثُمَّ
بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ
حَتَّىٰ عَفَوا وَّقَالُوا قَدْ مَسَّ
آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ
فَأَخَذْنَاهُم بَغْتَةً وَهُمْ
لَا يَشْعُرُونَ ۝

(سورۃ الاعراف آیت ۹۵، ۹۶)

ترجمہ: اور ہم نے کسی شہر کی طرف کوئی رسول نہیں بھیجا (مگر یوں بھی ہوا کہ) ہم نے اس میں بسنے والوں کو سختی اور مصیبت سے پکڑ لیا تاکہ وہ عاجزی اور زاری کریں۔ پھر ہم نے تکلیف کی

جگہ سہولت کو بدل دیا یہاں تک کہ
جب وہ ترقی کر گئے اور کہنے لگے کہ
تکلیفیں اور سکھ تو ہمارے باپ دادوں
پر بھی آیا کرتے تھے (اگر ہمیں آئے تو
کوئی نئی بات نہیں) پس ہم نے ان کو
اچانک عذاب سے پکڑ لیا اور وہ سمجھتے
نہ تھے (کہ ایسا کیوں ہوا)"

ہمارا یہ محض کہہ دینا کہ یہ اعتراض قدیم سے کیا جا رہا ہے کوئی مثبت تسلی بخش جواب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جب تک ہم ان تغیرات کو جو عذاب الٰہی کا نام پاتے ہیں، دوسرے عام تغیرات سے ممتاز کر کے اس طرح پیش نہ کریں کہ ایک بیّن فرق نظر آنے لگے اور دل مطمئن نظر آنے لگیں اور یہ کہ دونوں طبعاً ایک ہونے کے باوجود دونوں الگ الگ دائروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس وقت تک یہ مضمون مکمل نہیں ہو سکتا۔ قبل ازیں فرعون کی ہلاکت کے ذکر میں ایک ایسا پہلو بیان کیا جا چکا ہے۔ جو فرعون کی ہلاکت کے طبعی سامان کو اس سے ملتے جلتے دوسرے واقعات سے قطعی طور پر ممتاز کر کے دکھاتا یعنی قرآن کی پیشگوئی کے مطابق فرعون کی لاش کا انتہائی [illegible] حالات میں محفوظ رکھا جانا اور سینکڑوں سال کے بعد دریافت ہو کر انسان کے لئے عبرت کا نشان بننا۔ اس واقعہ کو عذاب الٰہی ثابت کرنے کا ایک ٹھوس ثبوت پیش کرتا ہے لیکن اس پر بات ختم نہیں ہو جاتی۔ قرآن کریم ایسے نمایاں اور واضح دلائل پیش کرتا ہے جن پر غور کرنے سے ایک منصف مزاج کی عقل بآسانی مطمئن ہو سکتی ہے۔

عذاب الٰہی کا نظام اگرچہ ایک پہلو سے عام طبعی قوانین [illegible] ہی کا حصہ [illegible] [illegible] نمایاں فرق ہو جاتا ہے۔ اس حصہ مضمون پر ہم آئندہ روشنی ڈالیں گے۔ انشاء اللہ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ یہ سوال بھی زیر بحث لائیں گے کہ جب کوئی قوم عذاب الٰہی میں مبتلا کی جائے یا کسی قوم پر عذاب الٰہی نازل ہونے کی خبر دی جائے تو مومنین کی جماعت پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ان کا کیا رد عمل ہونا چاہئے۔ [illegible] اصحاب کی صحیح [illegible] اس بارہ میں لاعلمی کے نتیجہ میں اس بات کا احتمال ہے کہ بعض احمدی [illegible] ایسا [illegible] کر لیں جو سنّت انبیاء اور مومنوں کی شان کے خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں محفوظ رکھے آمین!

## تقریب شادی

عزیزم سید [illegible] احمد صاحب ناصر مربی سلسلہ احمدیہ ابن مکرم سید [illegible] شاہ صاحب کی شادی [illegible] اگست ۷۶ء کو ربوہ میں [illegible] صاحب [illegible] کی صاحبزادی عزیزہ [illegible] کے ساتھ [illegible] روپیہ حق مہر پر نکاح کا اعلان [illegible] مکرم [illegible] صاحب نے اپنے مکان واقع دار الرحمت شرقی میں دعوت ولیمہ دی۔ احباب کثرت سے [illegible] اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے [illegible]

# قبولِ احمدیت کا مختصر بیان

رشید احمد صاحب شاکر ضلع بہاولنگر

احمدیت کے خلاف [illegible] احمدیت کو
سنانے کے لیے نہیں بلکہ [illegible]
اٹھاتا تھا۔ ان دنوں ایک احمدی [illegible] ہمارے گاؤں کے
نزدیک [illegible] پر آئے۔ ان کے نیک نمونے کے ذریعہ خدا
تعالیٰ نے ہمارے بڑے بھائی کو احمدیت قبول کرنے کی
توفیق دی۔ ہمارے بھائی ہمیں بھی تبلیغ کرنے لگے لیکن
ہم ابتداء میں مخالفت کرتے رہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے
حضور دعائیں کرتا رہا کہ اے خدا اگر احمدیت سچی ہے
تو ہمیں اس کے قبول کرنے کی سعادت بخش۔ خدا تعالیٰ
نے فضل کیا اور ہماری سوئی ہوئی قسمت جاگی کہ سلسلہ
احمدیہ کے محترم مربی ملک منصور احمد صاحب عمر شاہد ہمارے
گاؤں میں تشریف لائے۔ انہوں نے [illegible] میٹھے انداز
میں ہم تک احمدیت کا پیغام پہنچایا کہ ہمارے دلوں نے
خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کو [illegible] قبول کر لیا۔
انہوں نے ہم پر ایک بڑا احسان [illegible]
خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ [illegible]
سالانہ ۱۹۷۵ء کی تقاریر کی ٹیپ ہمراہ لائے [illegible]
[illegible] آواز کو سنا تو ہمارے دل خدا تعالیٰ کی
[illegible] گانے لگیں اور ہمارے دل وجد کی کیفیت میں

الحمدللہ ہم نے کہا۔ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔
آج سے تقریباً ساڑھے چار ماہ پہلے (۵ مئی [illegible])
ہمارے گاؤں کیلئے ایک بابرکت دن تھا کہ جس روز ہمارے گھر کے سب افراد
حلقہ بگوش احمدیت ہو گئے۔ دو بہنیں پہلے ہو چکی تھیں۔ سات
اس روز ہو گئیں اور کمسن بچوں کو ساتھ ملایا جائے تو چودہ
افراد پر مشتمل ایک حلقہ جماعت بن گیا۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ تعالیٰ نے قبولیت احمدیت کے ساتھ ساتھ اپنے فضل سے
مجھے زندگی وقف کرنے کی توفیق بھی بخشی۔
احمدیت قبول کرنے سے ہماری جو مخالفت ہوئی ہیں
اس کا ذکر کرنا غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل
ہے کہ ہمارے نام بھی ان مظلوموں کی فہرست میں آگئے
ہیں جو خدا تعالیٰ کی راہ میں ستائے جاتے ہیں۔ شاہد
[illegible] ہو جائے ——
[illegible]

# شان القرآن الكريم

للأستاذ محمد عثمان الصديقي إم اے، دلبوجر

من الله بأيدينا كتاب ... حكيم مستبين مستطاب
كتاب في الحقائق ما مثال ... له، أوفى المعارف ما جواب
به الإنسان لقي الله حقًا ... وفتح به إلى الجنات باب
لكل أمور دين أو لدنيا ... وأخرى فيه مذكور حساب
أصح الكتب في الدنيا جميعًا ... وغير مظنة فيه ارتياب
أتى، فأتى به نظم جديد ... وفي الدنيا به وقع انقلاب
سوى القرآن ما للناس قط ... نظام في حياة أو نصاب
إلى الله لقرآن مجيد ... لإنسان لقد حم اقتراب
على الدنيا به برًا وبحرًا ... برحمة ربنا دام انصباب
لكل العلم من هذا الكتاب ... إلى يوم القيامة إكتساب
بفضل الله إنا مسلمون ... وفينا عشقه وله حباب
وآمنا به وبه اهتدينا ... وعند الله مرجو ثواب
فأما منكروا هذا الكتاب ... فليس لهم ثواب، بل عقاب

حقيق قيم منه غير عوج
مباغ إلى سبيل صواب

# الحمد للہ کہ رسالہ الفرقان کے پچیس ۲۵ سال پورے ہو گئے

ربع صدی قبل ماہ ستمبر ۱۹۵۱ء میں الفرقان (پاکستان) کا پہلا شمارہ عاجزانہ دعاؤں اور بیش قیمت تمناؤں کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ اس کے پہلے نمبر میں سیّدی حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کا مختصر قیمتی مضمون، نیز جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر اور دوسرے بزرگوں کے تحقیقی مقالات شامل تھے۔ پہلے نمبر پر روزنامہ الفضل نے تفصیلی تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:۔

"یہ رسالہ معنوی اور صوری دونوں لحاظ سے محاسن سے پُر ہے اور انتہائی کاوش سے مرتب کیا گیا ہے"

(الفضل ۱۶ ستمبر ۱۹۵۱ء)

حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ نے جولائی ۱۹۵۹ء میں رسالہ الفرقان پر تبصرہ میں تحریر فرمایا کہ:۔

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابل قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ ہو۔ کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ اس طرح سے یہ رسالہ اس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدّنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی"

(الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۵۹ء)

رسالہ الفرقان کی اشاعت کے پچیس ۲۵ سال پورے ہونے پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا شکر ادا کرنے اور احباب کے تعاون کو یاد کرنے کے لئے ۷ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو ایوان محمودؓ کی بالائی منزل میں ایک مختصر تقریب منعقد کی گئی جس میں بہت سے احباب نے شمولیت فرما کر ممنون فرمایا۔ چائے نوشی کے بعد حضرت صاحبزادہ میرزا طاہر احمد صاحب نے صدارتی خطاب میں رسالہ الفرقان کی افادیت کا تفصیلی تذکرہ فرمایا۔ ان سے پہلے خاکسار نے الفرقان کے ابتدائی حالات بیان کرتے ہوئے احباب کرام کے خاص قلمی و مالی تعاون کا شکریہ ادا کیا۔ بالآخر حضرت صاحبزادہ صاحب نے دعا کروائی اور یہ تقریب بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

اس موقعہ پر الفرقان کے آئندہ پانچ سالہ خصوصی پروگرام کو بھی احباب نے بہت پسند فرمایا۔ جزاھم اللہ خیراً میں جملہ احباب کی تشریف آوری کا شکرگزار ہوں۔ محترم بخاری صاحب ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے باوجود شدید مصروفیات کے شمولیت فرما کر بہت ممنون فرمایا۔ احباب سے آئندہ رسالہ الفرقان کی ترقی کے لئے درخواست دعا ہے

خاکسار۔ ابوالعطاء جالندھری

# ماہنامہ الفرقان کا آئندہ پنجسالہ خاص دور

## پنجسالہ معاونین خصوصی کیلئے تحریک

اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے قرار پایا ہے کہ جنوری [illegible]ء سے دسمبر [illegible]ء (پانچ سال) کیلئے الفرقان کو اپنی کوشش کی حد تک بہترین رنگ میں شائع کیا جائے اور یہ اس کا پنجسالہ خاص دور ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔ جنوری [illegible]ء سے رسالہ کا حجم ڈیوڑھا ہوگا یعنی ۴۸ صفحات کی بجائے ۷۲ صفحات ہوا کریں گے۔ کاغذ سفید استعمال ہوگا۔ کتابت بھی بہترین ہوگی اور طباعت بھی زیادہ اچھی ہوگی۔ (ان شاء اللہ) جہاں تک مضامین کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کا انتخاب بھی زیادہ اچھا ہوگا۔ عناوین مقرر کر دیئے جائیں گے۔ صفحات کی تقسیم کر دی جائے گی۔ سوال و جواب کا باب ہر پرچہ میں ضرور ہوگا اور احباب بھی اس بارے میں مزید مشورے دیں۔ متعدد نقاد دوستوں اور بیرونی احباب نے بعض اچھی تجاویز بھجوائی ہیں۔ شکریہ!

اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یکم جنوری [illegible]ء سے رسالہ کی پاکستان کے لئے سالانہ عام قیمت دس روپے کی بجائے ۱۵/- پندرہ روپے ہوگی۔ جن احباب کی خریداری جاری ہے وہ بھی آئندہ سال سے یہی رقم عنایت فرمائیں گے۔ نیز پہلے کی طرح ان پانچ سالوں کے لئے **معاونین خصوصی** کی سکیم بھی جاری کی جا رہی ہے یہ معاونین گویا رسالہ کے چلانے میں خاص حصہ لینے والے ہونگے جن کا انھیں ثواب ملے گا۔ ان کے اسماء بغرض تحریک دعا ہر سال ماہ رمضان المبارک میں رسالہ میں شائع ہوا کریں گے اور انھیں پانچ سال تک رسالہ بھی ملتا رہے گا (ان شاء اللہ) معاونین خصوصی بننے کا طریق یہ ہے کہ وہ دوست رسالہ کا پانچ سال کا چندہ یکمشت پیشگی ادا کریں بلکہ کچھ زیادہ رقم بھی دیں جو نرخوں کے تار چڑھاؤ کے بداثرات سے بچنے کے لئے ہوگی۔ پاکستان میں معاونین خصوصی وہ ہوں گے جو ۱۰۰ روپے یکمشت ادا فرمائیں گے۔ بیرونی ممالک کے لئے ڈاک (بحری اور ہوائی) کے نرخ مختلف بھی ہیں اور بہت زیادہ بھی ہیں۔ اس لئے حالات کے مطابق ہر ملک کے لئے عام چندہ سالانہ اور اعانت منجانب معاونین خصوصی کی مقررہ مقدار ذیل میں درج کی جاتی ہے

| نام ملک | سالانہ چندہ بحری ڈاک | سالانہ چندہ ہوائی ڈاک | پنجسالہ معاونین خصوصی کی رقم |
|---|---|---|---|
| انگلستان | ۲۵/- روپے | ۱۰۰/- روپے | ۵۰۰/- روپے |
| کویت۔ ایران اور سیلون | ۵۵/- " | ۱۰۰/- " | [illegible] |
| امریکہ اور کینیڈا | ۶۵/- " | ۱۲۰/- " | ۹۰۰/- " |
| سوڈان و نیوزی لینڈ | ۶۵/- " | ۱۴۰/- " | ۹۰۰/- " |

| | | | |
|---|---|---|---|
| انڈونیشیا | ۵۵/- روپے | ۱۰۰/- روپے | ۵۰۰/- روپے |
| بھارت و برما | ۶۵/- ″ | ۹۰/- ″ | ۴۵/- ″ |
| بنگلہ دیش | ۰۰/- | ۹۰/- ″ | ۴۵۰/- ″ |
| مشرقی و مغربی افریقہ کے ممالک | ۶۵/- ″ | ۱۱۰/- ″ | ۵۵۰/- ″ |
| یورپ کے جملہ ممالک اور سنگاپور | ۶۵/- ″ | ۱۲۵/- ″ | ۶۰۰/- ″ |
| جاپان | ۶۵/- ″ | ۱۲۵/- ″ | ۶۰۰/- ″ |
| فجی | ۶۵/- ″ | ۱۶۰/- ″ | ۸۰۰/- ″ |

جملہ رقوم اور چیک مینجر الفرقان ربوہ کے نام پر ہوں۔ رقم امانت صدر انجمن احمدیہ کا بھی بھیجا جا سکتا ہے۔ ربوہ میں نیشنل بنک آف پاکستان، حبیب بنک لمیٹڈ، یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ اور مسلم کمرشل بنک لمیٹڈ کی شاخیں موجود ہیں۔

احباب کو معلوم ہے کہ الفرقان ایک تحقیقی رسالہ ہے اور اس کی مالی ذمہ داری خاکسار ہی احباب اور خریدار حضرات کے تعاون سے پوری کر رہا ہے اس لئے خریداروں کی تعداد میں اضافہ کی ضرورت ہے۔ معاونین خصوصی کو رسالہ کی اعانت کے لئے آگے بڑھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔ اللھم آمین!

خاکسار ابوالعطاء جالندھری


مطب

اپنی جملہ طبی ضروریات اور طبی مشورہ کے لئے ہمارے شفاخانہ اور مطب کی طرف رجوع کریں۔ اوقات صبح ۸ بجے سے ایک بجے تک، شام ۴ بجے سے ۸ بجے تک۔ باہر کے احباب مفصل حالات بیماری لکھ کر مشورہ حاصل کر سکتے ہیں۔

حکیم عبدالحمید ابن حکیم نظام جان

چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ۔ فون نمبر ۲۸۱۲۲

ہر قسم کا سامان سائنس اچھی نرخوں پر خریدنے کیلئے

الائیڈ سائنٹفک سٹور

گنپت روڈ۔ لاہور

کو یاد رکھیں!

فون ۶۲۵۰۰

ہر قسم کا

کاغذ، بکس بورڈ اور گتہ

بارعایت خریدنے کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں
اور دعا فرمائیں

مقبول پیپر مارٹ

گنپت روڈ لاہور۔ فون ۶۳۸۴۹

گھر: ملک عبداللطیف ستکوہی۔ فون نمبر ۶۲۵۱۶

نئی فری کلاسز کیلئے

داخلہ شروع ہے

• ریڈیو • ٹیلیویژن

• الیکٹریکل سپروائزر • ریفریجریشن وایر کنڈیشنگ
• پراسیکٹس مفت • ہوسٹل کا انتظام ہے

پائنیرز ٹیکنیکل اکیڈمی سعید منزل ۱۸۷- انارکلی لاہور

خورشید یونانی دواخانہ ربوہ

خالص ادویہ اور مناسب
قیمتوں کے لئے مشہور ہے

امراض کے علاج کے لئے اس کی
طرف رجوع فرمائیں

فون نمبر ۵۳۸

الفردوس شال مرچنٹ

ہمارے ہاں ہر قسم کی گرم کشمیری کامدار شالیں۔ زنانہ
و مردانہ دُھسّے اور گرم مردانہ شلوکے، پرچے اور واسکٹ وامول
پر مشتمل جیب ہیں تیار شدہ مہیا کرتے، شلواریں، سوٹ
وغیرہ ہم سے ہر قسم کی مل سکتے ہیں!

الفردوس شال مرچنٹ

۸۵- انارکلی۔ لاہور

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Peach Jam
HOT KETCHUP
TOMATO KETCHUP
Shezan
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ لاہور

آپ

اپنی ضروریات کے لئے

# میسرز بشیر اینڈ کمپنی

کی خدمات حاصل کریں

ایکسپورٹرز اینڈ امپورٹرز

گورنمنٹ کے منظور شدہ ٹھیکیدار برائے ملٹری ، ریلوے ، ٹیلیگراف اور ٹیلیفون ، واپڈا اور دوسرے

**تیار کنندگان** ہارڈویر - تعمیری میٹیریل - ہر قسم کا جوڑ والا اور بغیر جوڑ کا پائپ - ٹیوب - کھمبے - کاسٹ آئرن - اس سے متعلقہ ہر قسم کا سامان . . . .

**سٹاکسٹ اینڈ سپلائرز** آئرن اینڈ اسٹیل - جی ، آئی شیٹ - پلیٹ (چادر) - کانٹے والی تار - ہر قسم کا میٹل - زنک - لیڈ - ٹین - تانبہ اوور پلمنگ کا ہر قسم کا سامان . . .

ہیڈ آفس :

**حمید منزل نمبر ۸۹ انارکلی لاہور (فون ۵۲۷۸۳)**

برانچیں :

**لوہا مارکیٹ ، لاہور**

**77, KMC گارڈن مارکیٹ ، لارنس روڈ ، کراچی**

**(فون ۷۸۵۶۴)**

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔